بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

جلد 48　　وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ　　شمارہ 14

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

ہفت روزہ
بدر
قادیان

The Weekly BADR Qadian

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک 10 پونڈ
یا 20 ڈالر امریکن

20 ذی الحجہ 1419 ہجری 8 شہادت 1378 ہش 8 اپریل 1999ء

لندن ۲ر اپریل (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر وعافیت ہیں الحمد للہ۔ آج حضور نے مسجد فضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرما۔

پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب دُعائیں کرتے رہیں۔

اللھم ايد امامنا بروح القدس و بارك لنا فی عمرہ و امرہ

تم لوگ ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے

پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ

کلمات طیّبات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں

پس ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں۔ کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے۔ تو حتی الوسع اُس کا جواب، نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔ انسان میں نفس بھی ہے اور ان کی تین قسم ہیں۔ امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ امارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بیجا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گر جاتا ہے۔ مگر حالت لوامہ میں سنبھال لیتا ہے۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ جو سعدی نے بوستاں میں لکھی ہے کہ ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اُسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی وہ بولی۔ آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اس نے جواب دیا۔ بیٹی انسان سے کتپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے انسان کو چاہئیے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کتپن کی مثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بُری طرح ستایا گیا۔ مگر اُن کو اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ کا ہی خطاب ہوا۔ خود اس انسان کامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں۔ اور گالیاں، بدزبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا ان کے لئے دُعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے۔ اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضور کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے۔ اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔ غرض یہ صفتِ لوامہ ہے۔ جو انسان کش مکش میں بھی اصلاح کر لیتا ہے۔ روزمرہ کی بات ہے اگر کوئی جاہل یا اوباش گالی دے یا کوئی شرارت کرے جس قدر اس سے اعراض کرو گے اسی قدر عزت بچالو گے۔ اور جس قدر اس سے مڈبھیڑ اور مقابلہ کرو گے تباہ ہو جاؤ گے۔ اور ذلّت خرید لو گے۔ نفس مطمئنہ کی حالت میں انسان کا ملکہ حسنات اور خیرات ہو جاتا ہے۔ وہ دُنیا اور ماسویٰ اللہ سے بکلّی انقطاع کر لیتا ہے وہ دنیا میں چلتا پھرتا اور دنیا والوں سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن وہ حقیقت میں وہ یہاں نہیں ہوتا۔ جہاں وہ ہوتا ہے۔ وہ دنیا اور ہی ہوتی ہے۔ وہاں کا آسمان اور زمین اور ہوتی ہے۔

حقیقی احمدیوں سے خدا تعالیٰ کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ یہ تسلّی بخش وعدہ ناصرت میں پیدا ہونے والے ابن مریم سے ہوا تھا۔ مگر میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ یسوع مسیح کے نام سے آنے والے ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ میں مخاطب کر کے بشارت دی ہے۔ اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدۂ عظیم اور بشارتِ عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو امارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق وفجور کی راہوں پر کاربند ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی سچی قدر کرتے ہیں۔ اور میری باتوں کو قصہ کہانی نہیں جانتے۔ تو یاد رکھو اور دل سے سن لو میں پھر ایک بار اُن لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ تعلق کوئی عام تعلق نہیں۔ بلکہ بہت زبردست تعلق ہے۔ اور ایسا تعلق ہے کہ جس کا اثر نہ صرف میری ذات تک بلکہ اس ہستی تک پہنچتا ہے۔ جس نے مجھے بھی اس برگزیدہ انسان کامل کی ذات تک پہنچایا ہے جو دنیا میں صداقت اور راستی کی روح لے کر آیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ان باتوں کا اثر میری ہی ذات تک پہنچتا تو مجھے کچھ بھی اندیشہ اور فکر نہ تھا۔ اور نہ ان کی پروا تھی مگر اس پر بس نہیں ہوتی۔ اس کا اثر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود خدائے تعالیٰ کی برگزیدہ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سُن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو۔ اور اس کے مصداق ہونے کی آرزو رکھتے ہو۔ اور اتنی بڑی کامیابی (کہ قیامت تک مکفرین پر غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے۔ تو پھر اتنا ہی میں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اس وقت تک حاصل نہ ہو گی جب تک لوامہ کے درجے سے گزر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جاؤ۔

اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ۔ تاکہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔

(انفاخ قدسیہ۔ ایڈیشن 1973 صفحہ: 93-95)

رمضان المبارک کی وجہ سے

108واں جلسہ سالانہ قادیان 15-14-13 نومبر 1999ء کی تاریخوں میں ہوگا

احباب جماعتہائے احمدیہ عالگیر کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال رمضان المبارک کے پیش نظر 108ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کے لئے 13-14-15 نبوت -1378 ہش (15-14-13 نومبر 1999) بروز ہفتہ۔ اتوار۔ سوموار کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت نوٹ فرمالیں اور ابھی سے اس بابرکت سفر کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اور دُعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مرکز احمدیت، قادیان دارالامان کا یہ جلسہ سالانہ غیر معمولی کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین۔

(ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان)

گیارہویں مجلس مشاورت بھارت 16 نبوت 1378 ہش / 16 نومبر 1999ء کو منعقد ہو گی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ قادیان کے معاً بعد مورخہ 16 نومبر 1999ء بروز منگل جماعتہائے احمدیہ بھارت کی گیارہویں مجلس مشاورت کا انعقاد عمل میں آئے گا۔

۱۔ جملہ امراء وصدر صاحبان سے گزارش ہے کہ 15 اکتوبر تک شوریٰ کے نمائندگان کے انتخاب کروا کے منتخب نمائندگان کی فہرست سیکرٹری شوریٰ کو بھجوادیں۔

۲۔ شوریٰ میں پیش ہونے والی تجاویز جماعتوں سے مشورہ کے بعد 15 ستمبر تک بھجوادی جائیں۔

(سیکرٹری مجلس مشاورت)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان۔

لِقَاءٌ مَعَ الْعَرَب

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۴ء

(مرتبہ: صفدر حسین عباسی)

"لقاء مع العرب" مسلم ٹیلی ویژن احدیہ (MTA) انٹرنیشنل کے مقبول ترین پروگراموں میں سے ایک نہایت مفید، دلچسپ اور ہردلعزیز پروگرام ہے۔ اس میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز عربوں کے سوالات کے جواب انگریزی زبان میں ارشاد فرماتے ہیں اور پھر ان کا عربی ترجمہ پیش کیا جاتاہے۔ اردودان احباب کے استفادہ کے لئے "لقاء مع العرب" کے ان پروگرامز کاخلاصہ **ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر** پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ان پروگراموں کی آڈیو، ویڈیو کیسٹس آپ اپنے ملک کے مرکزی مشن میں قائم شعبہ سمعی بصری یا شعبہ آڈیو / ویڈیو مسجد فضل لندن یو کے سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

حضور انور مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا کہ سب سے پہلے میں سب کو السلام علیکم کہتا ہوں۔ میں گزشتہ ایک ماہ اور دس دن امریکہ اور کینیڈا کے دورہ پر تھا اس لئے کافی دنوں کے بعد ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اب پھر سے ہم اس پروگرام کو جاری رکھیں گے۔ انشاء اللہ العزیز

شیطان کی حقیقت اور اس کے رمضان میں زنجیروں میں جکڑے جانے سے مراد؟

سوال: حاضرین مجلس میں سے کسی نے سوال کیا کہ شیطان کی اصل حقیقت کیاہے؟ وہ انسان کے خون اور رگوں میں کیسے دوڑتا ہے؟

اور یہ جو فرمایا کہ رمضان میں شیطان زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ اس موضوع پر میں بہت سے خطبات اور سوال وجواب کی مجالس میں گفتگو کر چکا ہوں۔ اور خصوصاً رمضان کے دوران ہونے والے درسوں میں بھی سوال کے اس حصہ پر کہ "رمضان میں شیطان کو کیسے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے"۔ تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں۔

سب سے پہلے میں اس سوال کے پہلے حصہ پر کچھ کہوں گا۔ کہ **شیطان انسان کے خون اور رگوں میں کیسے دوڑتا ہے؟**

ہم سب جانتے ہیں، صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی، کہ ہمارے اندر سے دو آوازیں اٹھتی ہیں۔ ایک برائی پر اکساتی ہے اور دوسری برائی کے خلاف۔ اور یہ دو آوازیں ہر انسان کے اندر سے اٹھتی ہیں، اسے نفس لوّامہ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ہر انسان میں ایک شیطان ہے جو اس کے خون اور رگوں میں گردش کرتا ہے تو اس سے آپ کی مراد یہی تھی کہ ہمارے اندر دو آوازیں ہیں۔ ایک ان میں سے برائی کے لئے جرأت دلاتی ہے اور دوسری برائی سے روکنے کے لئے اٹھتی ہے۔ تو ایک تو شیطان کا یہ مطلب ہے جو آپ نے ہمارے لئے بیان فرمایا ہے۔

دوسری آواز جو انسان کے اندر سے برائی کے خلاف اٹھتی ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں نفس لوّامہ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی تمام احادیث اور توجیہات کو قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

جہاں تک سوال کے آخری حصہ، دوران رمضان شیطان کے زنجیروں میں جکڑے جانے کا تعلق ہے۔ یہ کوئی عام بیان نہیں ہے۔ شیطان تو انسان کی رگ رگ میں پایا جاتا ہے اور ہر انسان میں ہے۔ یہ ایک عام بیان ہے۔ لیکن شیطان کے زنجیروں میں جکڑے جانے کا جو ذکر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے یہ خاص طور پر ان مسلمانوں کے لئے فرمایا گیا ہے جو اس رمضان کو پاتے ہیں کیونکہ رمضان صرف ان مسلمانوں کے لئے ہے جو اس بابرکت مہینہ سے حسب ہدایت قرآن کریم و آنحضرت ﷺ فائدہ اٹھاتے ہیں اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور ان مسلمانوں پر جو اس کی پرواہ نہیں کرتے ان پر تو گویا رمضان آتا ہی نہیں۔ اس لحاظ سے یہ حدیث رمضان کے دوران مسلمانوں کی حالت کو سامنے رکھ کر سمجھنی ہوگی۔ بہت سے مسلمان ہیں جو برائی کے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں اور رمضان کا مہینہ بھی ان کی ان عادات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ اور اس بابرکت مہینہ میں بھی ان کی زندگیاں اسی پرانے ڈگر پر ہی رہتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے شیطان زنجیروں میں نہیں جکڑے جاتے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ گویا آنحضرت ﷺ کا فرمان غلط ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ اسلامی احکام پر صحیح عمل پیرا ہونے والے نہیں ہیں۔ ورنہ ان کے شیطان ضرور زنجیروں میں جکڑے جاتے۔ جن مسلمانوں کے شیطان اس مہینہ میں زنجیروں میں نہیں جکڑے جاتے وہ مسلمان اس دائرہ سے باہر نکل جاتے ہیں جن پر یہ حدیث اطلاق پاتی ہے۔ قرآن کریم کی آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ میں مَنْ شَهِدَ سے مراد صرف وہ مسلمان ہیں جو اس مبارک مہینے کی اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں اور یہ مہینہ ان سے جو تقاضے کرتا ہے وہ ان پر پورے اترتے ہیں

رمضان کا مہینہ ایسا ہے کہ تمام وہ مسلمان جو حقیقی مسلمان ہیں اس مبارک مہینہ کی راتیں خدا تعالیٰ کی یاد میں تسبیح و تحمیدات اور تہجد اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے بسر کرتے ہیں۔ دن کے وقت وہ رمضان کے اصولوں اور تقاضوں میں بندھے ہوتے ہیں اور ایسی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں جن کی عام حالات میں اجازت ہوتی ہے۔ گویا اصل میں ان کے اندر کا شیطان ہے جو زنجیروں میں جکڑا ہوتا ہے۔ اسے اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ یہ کرے اور وہ کرے۔ اسے اپنی گفتگو میں، اپنے ارادوں میں اور منصوبوں میں اور ناراضگی کے وقت اور خوشی کے مواقع پر بہت احتیاط سے کام لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس وقت وہ ہر حالت میں قرآنی احکام کا پابند ہوتا ہے۔ اور یہی تو شیطان کی پابندیٔ سلاسل ہے۔ اور یہی تو اس کا شیطان ہے جو زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے۔ رمضان میں وہ اپنی آواز بلند نہیں کر سکتا کیونکہ ایسی صورت میں اس کے مقابل کی آواز اس کی آواز سے بھی اونچی ہوگی جو کہے گی کہ تم رمضان میں ہو۔ تم آواز کو اونچا نہیں کر سکتے۔ یہ رمضان ہے جو مسلمان کو پابند کرتا ہے کہ وہ ایسے کام کرے۔ اور پھر جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اپنے آپ کو بڑا آزاد محسوس کرتا ہے۔ اس کے اندر کا شیطان ہی تو ہے جو پابند کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کے اندر کوئی شیطان نہیں تو پھر پابندی نہیں۔ گویا اس کا شیطان مر چکا ہے۔ لیکن ہر انسان کے اندر ایک شیطان ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

مراتب انبیاء کی بابت سوال

سوال: خدا تعالیٰ کے تمام رسول اور نبی برابر ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ تمام انبیاء سے بڑے کیسے ہوئے؟ اور کیسے خاتم النبیّین ٹھہرے جبکہ باقی تمام انبیاء مرتبہ کے لحاظ سے برابر ہیں؟

حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم اس بارہ میں دو بیان دے رہا ہے۔ ایک جگہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے انہی کی زبان سے یہ بیان دے رہا ہے کہ:

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ"۔ (البقرہ: ۲۸۶)

ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے جبکہ دوسری جگہ خدا تعالیٰ خود فرما رہا ہے۔ **"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ"۔ (البقرہ: ۲۵۴)**

یہ وہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔

یہ بات تو یقینی اور قطعی ہے کہ یہ دونوں بیان درست ہیں۔ نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے یہ بھی درست ہے اور سب برابر ہیں یہ بھی حق ہے۔

تمام انبیاء برابر اس لحاظ سے ہیں کہ جب وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام لاتے ہیں تو ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور پابند ہے کہ اس کی پیروی اور اطاعت کرے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ پیغام چھوٹے نبی یا رسول کی طرف سے ہے اور یہ الہام بڑے نبی یا رسول کا ہے۔ جب کوئی نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات کہتا ہے تو پھر امر اللہ برابر ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ سب خدا کے نمائندہ ہیں اس طور سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے کہ حضرت آدمؑ تھے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کے امر سے بات کرتے ہیں تو ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ ان کی بات کو سنے اور ان کے لائے ہوئے پیغام کی اطاعت کرے۔ اور اسی طرح ہر دوسرے نبی کے لئے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور جہاں کہیں بھی مبعوث ہوا ہو، یہی اصول اطلاق پاتا ہے۔ لیکن جہاں تک خدا تعالیٰ کی نظر میں کسی نبی کے مقام کا تعلق ہے یہ بالکل مختلف امر ہے۔ جس نبی کے متعلق خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ اس سے تعلق، اخلاص، اس کی تابعداری اور قرب و محبت میں زیادہ ہو اور قدرتی طور پر خدائی احکام و تعلیمات کو زیادہ اچھے طریق پر مخلوق خدا کو پہنچانے والا ہو۔ اس لحاظ سے اس نبی کا مقام خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت اونچا ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سید الانبیاء فرمایا کیونکہ آپؐ نے سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے محبت کی اور باقی تمام انبیاء کی نسبت آپؐ نے اپنے وجود کو بہترین رنگ میں خدا تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔ تو قدرتی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی تعلیم و سپرداری کو سامنے رکھ کر آپؐ سے سلوک فرمایا اور باقی تمام انبیاء کے مقابل پر سب سے زیادہ آپؐ سے محبت کی اور مرتبہ میں تمام رسولوں کا سردار بنایا۔ اور یہی وہ عظیم مرتبہ ہے جسے "خاتم النبیّین" کہتے ہیں۔

عذاب قبر سے کیا مراد ہے؟

سوال: عذاب قبر سے کیا مراد ہے؟

حضور انور نے فرمایا: سب سے پہلے تو لفظ قبر کو سمجھنا ضروری ہے۔ تب ہم "عذابِ قبر" کے صحیح مفہوم کا ادراک پا سکتے ہیں۔ یہاں پر قبر کا لفظ ایک خاص وقت اور عرصہ کے لئے بولا جا رہا ہے نہ کہ اس زمینی، مادی قبر کے بارہ میں۔ اس وقت کے بارہ میں استعمال کیا جا رہا ہے جو کسی کی موت سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے یعنی قیامت تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ اور یہ درمیانی عرصہ بہت لمبا عرصہ ہے۔ اس درمیانی وقت میں وہ روح جو کسی جسم سے الگ ہوتی ہے یا تو اس دنیا میں کیے گئے بداعمال کے نتیجہ میں دکھ، تکلیف اور عذاب میں یا پھر نیک اعمال کی جزاء کے طور پر راحت و آرام اور خوشیوں کی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے اور بداعمالیوں میں مبتلا لوگوں کی روح کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بعض بچے جو Abnormal یا معذور پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اصل میں اپنی ماں کے یوٹرس (Utrus) میں ہی بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جب وہ پیدا ہوتے ہیں تو

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر فخر کرنا چاہئے

اے دنیا بھر کے احمدیو! تم اس فخر اور ناز کو اپنے سر سے اتار نہ پھینکنا۔

عمر بھر یہی تمہارا تاج رہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۵ر جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۵ر صلح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

آخر رمضان مبارک کا وہ جمعہ آگیا جس کی سال بھر مختلف پہلوؤں سے راہ تکی جاتی ہے۔ بہت سے ایسے خدا کے بندے ہیں جو خدا کے بندے ہوتے ہوئے بھی سال بھر اس کے بندے نہیں رہتے لیکن اس سے رحم اور فضل کی امید رکھتے ہیں اور ان کے لئے یہ جمعۃ الوداع دراصل خدا سے ملاقات کا ایک ہی دن ہے اور اسے بھی وہ اس طرح دیکھتے ہیں کہ یہ ملاقات کا دن آ کے ٹھہرے نہیں بلکہ گزر جائے۔ اس پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ وہ دن آخر آجائے کہ جب خدا سے لقاء ہو، جتنی بھی ہو اور عمر بھر کے گناہ بخشوا لئے جائیں اور پھر اس دن کو رخصت کر دیا جائے۔ اس پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں۔

بعض ایک اور پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں وہ بھی اس کی راہ تکتے ہیں مگر اسے رخصت کرتے ہوئے ان کا دل اس طرح غم سے بھر جاتا ہے جیسے کسی محبوب کے آنے پر جب دل میں یقین ہو کہ اس نے چلے ہی جانا ہے اور اس کے جانے کا غم اس کے آنے کی خوشی کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہے۔ دونوں بیک وقت اپنی اپنی ضربیں لگاتے ہیں تو ایسی کیفیت بھی انسان پر طاری ہوا کرتی ہے۔ پس یہی جمعۃ الوداع ان معنوں میں بھی بعض لوگوں کے لئے جمعۃ الوداع ہے کہ رمضان رخصت ہو رہا ہے لیکن وہ حسرت سے دیکھتے ہیں کہ خدا جانے ہم نے اس کے تقاضے پورے کئے بھی نہیں تھے اور پھر یہ اچانک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ وہ اگلے جمعہ کی راہ تکنے لگتے ہیں۔ تو یہ ملے جلے جذبات ہیں جن کے ساتھ اس جمعہ کا استقبال اور اس کا وداع ہوتا ہے۔

جہاں تک میں نے اس مضمون پر غور کیا ہے مجھے قرآن کریم کی ایک آیت کا جو عنوان ہے وہ اس سارے مضمون کا عنوان دکھائی دیا اور وہ رمضان سے تعلق والی ہی ایک آیت ہے جو سورۃ البقرہ کی ۱۸۵ ویں آیت ہے۔ اس کا عنوان یہ ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ جس کا یوں ترجمہ کیا جاسکتا ہے کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں میں نے جب غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ آیت تو ساری زندگی پر حاوی ہے، اور ساری زندگی پر بھی حاوی ہے اور رمضان مبارک پر بھی حاوی ہے۔ چنانچہ رمضان مبارک کے تعلق میں فرمایا تم میں سے مریض بھی ہونگے جو اس میں داخل ہونگے اور مسافر بھی ہیں جن کی راہ میں یہ رمضان آہی جایا کرتا ہے لیکن پھر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ دوبارہ پھر یہ دن نصیب ہونگے۔

یہ سارا مضمون رمضان مبارک کا مضمون ہے لیکن زندگی کا بھی یہی عنوان اگایا جاسکتا ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ اور زندگی میں بھی انسان اس طرح داخل ہوتا ہے کہ کبھی ایک صحت مند بچے کے طور پر داخل ہوتا ہے اور کبھی ایک بیمار بچے کے طور پر داخل ہوتا ہے۔ ایک بیمار بچہ ساری زندگی اپنے سامنے بیماری کی حالت میں پھیلی ہوئی دیکھتا ہے تو اس وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں، بہت لمبی، بہت ممتد زندگی دکھائی دیتی ہے ایک طویل رات کی طرح اس پر چھا جاتی ہے لیکن جب موت کے منہ تک پہنچتا ہے تب اس کو اس حقیقت کی سمجھ آتی ہے کہ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو تھے جو گزر گئے۔ اور ایک صحت مند بچہ بھی اس حال میں داخل ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ زندگی کبھی ختم ہی نہیں ہوگی۔ ساری زندگی لامتناہی طور پر اس کے سامنے پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن جب موت کے کنارے پہنچتا ہے تو بے اختیار اس کے دل سے یہ آواز بلند ہوتی ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو تھے۔ پس یہی کیفیت ہے جو انسانی نفسیات کا ہمیں ایک گہرا سبق سکھاتی ہے اور اس سبق کو سیکھنے سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

اب رمضان مبارک کا اکثر حصہ تو گزر چکا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہم میں سے بیمار بھی اس میں داخل ہوئے تھے اور صحت مند بھی دونوں کے لحاظ سے یہ آخری ایام یہی خبر دے رہے ہیں کہ گنتی کے چند دن ہی تو تھے لیکن دونوں کا انجام الگ الگ ہے، دونوں کا انجام بالکل مختلف ہے۔ دیکھئے ایک Tunnel آخر ختم ہوا ہی کرتی ہے اور ایک انگریزی محاورہ ہے کہ ہر ٹنل کے آخر پر روشنی دکھائی دیتی ہے۔ مگر یہ محاورہ ناقص محاورہ ہے، درست نہیں ہے۔ ٹنل کے آخر پر اگر رات ہے تو روشنی کیسے دکھائی دے گی پھر تو ٹنل کے آخر پر بھی ایک طویل رات ہی ہے جو دکھائی دینی چاہئے۔ اور ٹنل کے آخر پر ایسی روشنی بھی ہو سکتی ہے جس سے ایک اچھے دن کی خبر ملے۔

اب دیکھیں قرآن کریم ان دونوں باتوں کو اس طرح پیش فرما رہا ہے چنانچہ جو شیاطین ہیں ان کے متعلق فرمایا یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ کہ وہ خدا کے بندوں کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ تو رمضان کی ٹنل جو دراصل ایک نور کی ٹنل تھی وہ ان کو روشنی سے اندھیرے میں لے جانے کا موجب بن جایا کرتی ہے اور کچھ ایسے بندے ہیں جن کے متعلق اللہ فرماتا ہے یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ تو رمضان کی ظلمات سے مراد یہاں یہ بنے گا کہ رمضان کی راتوں کو جو انہوں نے بسر کیا ہے اس کے آخر پر ایک فجر طلوع ہونے والی تھی۔ وہ رمضان کی راتوں کے اندھیروں کو اس طرح خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہے یعنی اس کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور تہجد پڑھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے تو یہ بھی ایک ٹنل کا اندھیرا ہی تو تھا مگر اللہ نے انہیں ایک دائمی نور کی طرف نکال دیا۔

اور یہ جو فجر طلوع ہوتی ہے لیلۃ القدر کی فجر یہ وہی فجر ہے۔ وہ ایسی فجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی یعنی انسانی زندگی کی مثال کے اوپر اس کو چسپاں کریں تو ساری زندگی جو ستر سال کی زندگی ہے اس پر اس صبح کے سو سال پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو یہ عجیب مضمون ہے جو ہر طرح سے رمضان پر بھی پورا صادق آرہا ہے اور انسانی زندگی پر بھی پورا صادق آرہا ہے۔ پس ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے رمضان ایسے گزارا کہ ان کو ٹنل کے آخر پر نور دکھائی دینے لگا ہے یعنی ان کی زندگی بدل گئی ہے۔ ان کی زندگی ایک مسلسل دائمی روشنی کی زندگی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور کچھ بد نصیب ایسے ہیں جن کو اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے سکتا۔ وہ نور میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اندھیروں میں نکل آتے ہیں اس لئے کہ ان کے نفس کے شیطان نے ان کو مسلسل یہ سبق دیا تھا کہ آخر تم اندھیروں میں چلے جاؤ گے فکر نہ کرو یہ جو وقتی مصیبت پڑی ہوئی ہے یہ ٹل جائے گی۔ پس اس پہلو سے یہ رمضان مبارک، کسی کے لئے خوش خبریوں کا پیغام لے کے آتا ہے، کسی کے لئے وداع کا پیغام لے کے آتا ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو چند دن رہ گئے ہیں، چند دن میں تو اب دو راتیں ہی رہ گئی ہیں تقریباً، آج کی رات ہے پھر ہفتے کی پھر اتوار کی پھر پیر کا دن جو ہے وہ رمضان ختم ہو رہا ہے، تو یہ تین دن ہیں ان تین دنوں کو ہم اس پہلو سے بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت کہ یہ تین دن بھی تو گنتی کے چند دن ہی ہیں کیوں نہ ان دنوں میں زور لگائیں، کیوں نہ ان دنوں میں اپنی گزشتہ کوتاہیوں سے استغفار کریں، توبہ کریں اور دعا یہ کریں کہ اگر رمضان کا پہلا حصہ ضائع ہو گیا ہے تو یہ تین دن ضائع نہ ہوں۔

پس اس پہلو سے چونکہ آج کا جمعہ سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے ساری دنیا میں احمدیوں میں بھی اور غیر احمدیوں میں بھی اس سے زیادہ کثرت کے ساتھ کسی جمعہ میں مسلمان اکٹھے نہیں ہوئے، اس سے زیادہ کثرت کے ساتھ کبھی کسی نماز میں مسلمان اکٹھے نہیں ہوئے۔ آج کا جمعہ بھی اور آج کے جمعہ کی نماز بھی وہ ایسی نماز ہے یعنی جمعہ اور نماز دونوں ہی ایسے ہیں جن میں ساری دنیا میں کبھی مسلمان اس طرح کسی ایک مسجد میں اکٹھے نہیں ہوئے جیسے آج کے جمعہ کے لئے، آج کی نماز کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ پس اس موقع پر جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے ان کا مجمع تو بہت بڑا ہے یعنی ٹیلی ویژن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جمعۃ الوداع میں شامل احمدیوں کی تعداد لکھوکھہا ہے یعنی شمار تو نہیں کی جاسکتی مگر بیشمار کی طرح ہی ہے اور کچھ جو یہاں مسجد میں حاضر ہوئے ہیں ان کی بھی بڑی تعداد ہے۔ یہ سارے کچھ امیدیں لے کے آئے ہیں ہر ایک کو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ گناہ بخشے جانے

کا مضمون دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ گناہ بخشے جائیں اور تم گناہ کرتے چلے جاؤ۔ ایسے شخص کو دھوکہ ہے ایک کہ میرے گناہ بخشے گئے کیونکہ **قرآنی اصطلاح کے مطابق گناہ بخشنے کا مضمون یہ ہے کہ جب گناہ بخشے جاتے ہیں تو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور اس پہلو سے ہر انسان اپنے نفس کا جائزہ لے سکتا ہے کہ آیا اس رمضان مبارک میں اس کے گناہ بخشے گئے یا نہیں بخشے گئے۔**

پس سب حاضروں کو اور وہ جو نظر سے غائب مگر اس وقت میرے خطاب میں حاضر ہیں ان سب کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان تین راتوں ہی میں سہی جو رہ گئی ہیں کوشش کریں، زور لگائیں اور بخشش کے اس مفہوم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ بخشے جائیں تو ان کا دل صاف ہو جائے، بخشے جائیں تو ان کا دل پاک ہو جائے، بخشے جائیں تو گناہ سے نفرت ہو جائے اور پھر آئندہ اس کوچے کا منہ دیکھنا تک پسند نہ کریں۔ یہ وہ کامیابی ہے جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے دین اور دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ تو میں دعا کرتا ہوں کہ آج کا دن ہم سب کے لئے وہی کامیابی کا دن ہو جس کامیابی کے بعد پھر انسان کو کسی اور کامیابی کی تمنا نہیں رہتی اور وہ کامیابی دراصل لقاء باری تعالیٰ کے دائمی حصول کا نام ہے۔

اس پہلو سے جو میں نے گزشتہ خطبے میں آیت کا مضمون شروع کیا تھا وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ وہی مضمون ہے جس میں اس مضمون نے مجھے داخل کر دیا ہے اور اب اس پہلو سے میں آپ کو سمجھاتا ہوں یعنی وہ باتیں جو پچھلے جمعہ بیان نہیں کر سکا تھا اب احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے حوالے سے ان باتوں کو آپ کے سامنے کھولتا ہوں تاکہ آپ کو سمجھ آجائے کہ آخری کامیابی اور لقاء کہتے کس کو ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں فَاِنِّی قَرِیْبٌ تو میں قریب ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ پس ان کو بھی چاہئے کہ وہ میری آواز کا جواب مثبت رنگ میں دیں وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اور مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اس سلسلے میں کچھ احادیث میں پہلے پیش کر چکا ہوں اور اب میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات ہیں جو قرآن اور احادیث دونوں کی روشنی میں بیک وقت دونوں کی تفاسیر ہیں۔ البدر جلد ۳ نمبر ۲۹ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقتباس شائع ہوا۔ "اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے"۔ پرستش اور عبادت کی اس کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اللہ کا قرب حاصل ہو اس کے سوا تو اور کوئی معنی نہیں اور جنہوں نے یہ معنی نہیں سمجھا وہ دھوکے میں مبتلا ہیں اور ساری زندگی دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ اگر عبادت کا مفہوم یہ نہ ہو کہ اللہ حاصل ہو جائے تو پھر عبادت کا دوسرا مفہوم جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی وساطت سے دنیا حاصل ہو جائے یعنی جو ہم دعائیں کریں وہ دنیا کی دعائیں ہوں اور دنیا مل جائے تو گویا کہ خدا حاصل ہو گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کے حاصل ہونے کا ہرگز مطلب نہیں ہے۔

پس رمضان میں اس طرح داخل ہوں کہ اللہ کو پکاریں کہ وہ مل جائے اور اس طرح نکلیں کہ دل یقین سے بھر چکا ہو کہ اللہ مل گیا ہے۔ یہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ "اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے"۔ جنہیں خدا کا قرب نہیں ہے انہیں کبھی بھی خدا تعالیٰ پر کامل یقین نہیں ہوتا ہمیشہ دو انتہاؤں کے درمیان لٹکتے رہتے ہیں کبھی خیال ہوتا ہے خدا ہے، کبھی خیال ہوتا ہے نہیں ہے اور یہ دمبدم شک کی ضرب جو ان پر پڑتی ہے تو جتنا ایمان سے پہلے فائدہ اٹھایا ہوا ہوتا ہے اس کو بھی وہ ضرب ضائع کر دیتی ہے۔ نہ اِدھر کے رہتے ہیں نہ اُدھر کے رہتے ہیں۔ پس قرآن کریم نے اس کا یہ حل بیان فرمایا ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ اگر وہ میری آواز کو سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں ان کی آواز کو سنوں تو جیسے مجھ سے جواب کی مثبت توقع رکھتے ہیں خود بھی تو مثبت رنگ میں جواب دیں تو گویا یہ مکالمہ مخاطبہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ مکالمہ مخاطبہ ہی ہے جو یقین کی انتہاء تک پہنچاتا ہے۔

جتنے بھی انبیاء ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین اور ایسا یقین جو کبھی پھر متزلزل نہیں ہو سکتا مکالمہ مخاطبہ کے نتیجے میں ہوا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ مثبت جواب دیتا ہے پھر اللہ ان کو بلاتا ہے تو وہ مثبت جواب دیتے ہیں یہ مکالمہ مخاطبہ بعض دفعہ کلمات کی صورت میں ہوا کرتا ہے، بعض دفعہ رجحانات کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اور خدا کے وہ بندے جن میں سے اللہ بالآخر مکالمہ مخاطبہ کے لئے بعض بندوں کا انتخاب فرماتا ہے پہلے ان کی زندگی ایک خاموش مکالمہ مخاطبہ میں ڈھل جایا کرتی ہے روزمرہ کی زندگی یہی دیکھتے ہیں یہی سلوک کرتے ہیں۔ جب اللہ کو بلاتے ہیں کسی ضرورت کے لئے، کسی حاجت کے لئے خواہ اس کو پکارنے کا یہ مطلب نہ بھی ہو کہ وہ خود مل جائے۔ کسی مشکل، کسی مصیبت میں مبتلا جب وہ اللہ کو پکارتے ہیں تو تعجب سے دیکھتے ہیں کہ ان کا خدا تو اتنا قریب ہے کہ ان کی باتوں کو سن لیتا ہے۔

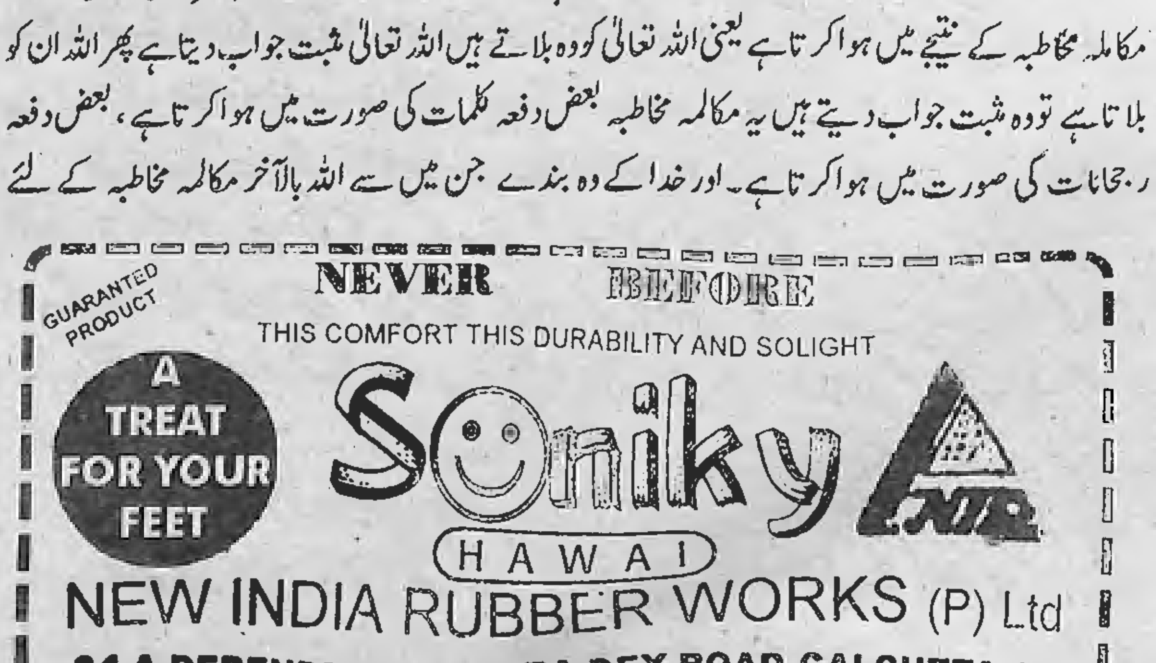

اور پھر جب اللہ انہیں بلاتا ہے تو اس وقت بظاہر جنہوں نے دنیا کی خاطر خدا کو بلایا ہوا اسی دنیا کو تج کے خدا کی آواز پہ دوڑے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک خاموش مکالمہ مخاطبہ ہے۔ اللہ نے بلایا تو اس کے حضور حاضر ہو گئے۔ یہ مکالمہ مخاطبہ ہی ہے جو دراصل بولتے ہوئے مکالمے مخاطبے میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ اور یہ یقین کی وہ گھڑی ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان لوگوں کو پھر کبھی بھی خدا کی ذات میں شک پیدا نہیں ہوتا۔ جتنے انبیاء ہیں وہ اسی یقینِ مستحکم تک پہنچائے گئے یعنی پھر انہوں نے ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ کی آواز کو سنا اور جب وہ بولتے تھے تو اللہ ان کی آواز کو سنتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی پہلو سے اس کو یقین اور معرفت کے لئے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔

"اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے بھی یہی معنے ہیں کہ وہ جواب دیتا ہے۔ گونگا نہیں۔ دوسرے تمام دلائل اس کے آگے ہیچ ہیں۔ کلام ایک ایسی شے ہے جو کہ دیدار کے قائم مقام ہے"۔ پس رؤیت کا ایک اور مفہوم بھی ہے جو اس سے بالا ہے اس کو دیدار کہہ رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا ایک شعر ہے کہ ؎

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی ☆ حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

کہ دیدار نصیب نہیں تو گفتار تو ہو۔ آوازیں دو اور کسی گھر سے جواب ہی نہ آئے تو کیا پتہ اندر کوئی ہے بھی کہ نہیں۔ مگر آوازیں دو اور محبوب کی آواز جواب دے تو وہ آواز بھی بہت تسکین کا موجب بنا کرتی ہے۔ جب آواز آئے تو پھر یہ بھی تو امکان ہوتا ہے اور یہ بھی توقع کی جا سکتی ہے کہ آخر وہ دروازے کی کنڈی بھی کھول دے گی۔ اگر اس جواب میں پیار ہے پھر لازماً اس توقع سے انسان چوکھٹ پہ بیٹھ جاتا ہے کہ جس نے اس پیار سے جواب دیا ہے وہ کنڈی بھی تو کھولے گا اور میرے ہمیشہ کے لئے اس گھر میں داخل ہونے کے سامان ہو جائیں گے۔ اسی مضمون کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی"۔ کچھ تو ہو جس پہ زندگی کٹے، کچھ بھی نہ ہو تو پھر باقی کیا رہ جائے گا۔

پھر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرمایا صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ کا بھی حکم فرمایا۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات، پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جائے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے"۔ اب اوپر کے مضمون سے تو بظاہر یہ مضمون نکلتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا اس لئے یہ ان مشکل عبارات میں سے ہے جن پر ٹھہر کر غور کریں اس کی تہہ تک اترنے کی کوشش کریں تو پھر اچانک آپ کو وہ معرفت کے موتی ہاتھ آجائیں گے جو بعض دفعہ سمندر کی تہوں میں غوطہ زنی کے بغیر نہیں ملا کرتے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام بھی ایک ایسے سمندر کی طرح ہے جس کی بعض دفعہ غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔ کچھ تو اس کے محاسن ہیں جو سمندر کی سطح پر پھیلے پڑے ہیں وہ ہر دیکھنے والے کو دکھائی دیتے ہیں لیکن کچھ گہرے ڈوبے ہوئے بھی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ جو اقتباس میں نے چنا ہے یہ ڈوبے ہوئے معانی پر مشتمل ہے۔ صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ میں پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں مُردوں کی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں کر رہے جن کے متعلق بظاہر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ آیت کا منطوق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھا کر کیونکہ جب تو ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے تو ان کو سکون ملتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مردے قبر کے اندر ایک سکون پاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جس کا ہمیں کوئی یقینی علم نہیں ہے۔ یقینی علم قرآن کریم کی صداقت کی وجہ سے تو ہے لیکن براہِ راست کوئی علم نہیں کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے جنازہ پڑھنے سے مُردوں کو کیا تسکین ملتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کو زندوں کی طرف پھیر دیا ہے اور یہ ایک بہت گہرا مضمون ہے۔

فرمایا "تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے"۔ اب یہ جو فقرہ ہے "جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے"۔ یہ چابی ہے اس مضمون کو سمجھنے کی۔ کیونکہ مُردوں کے متعلق ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کو سکینت نصیب ہوتی ہے لیکن جوش و جذبات کی آگ مرنے کے بعد کہاں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ وہ تو مرتے وقت ٹھنڈی ہو چکی۔ جو ہونا تھا، جتنا بھڑکنا تھا بھڑک چکی۔ تو یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم عرفان کا ایک مظہر مضمون ہے کہ آپ فرماتے ہیں "تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے"۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ جوش و جذبات کی آگ سرد ہو گئی اور ٹھنڈ پڑ گئی کہ محمدؐ رسول اللہ نے ہمارے لئے دعائیں کی ہیں تو اس کے

بعد یہ دل کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ہماری شفاعت بھی کریں گے جن کی دعاؤں کے نتیجے میں ہمیں تسکین نصیب ہوئی، جن کی دعاؤں کے نتیجے میں ہمیں دل کی آخری سکینت نصیب ہوئی ہے کہ سب جھوٹے جوش نکل گئے۔ آرام سے دل ایک راہ پر چل پڑا ہے اور اسی راہ پر وہ راضی ہو گیا ہے۔ یہ جب یقین ہو گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں دوسری طرف فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي کا بھی تو حکم ہے۔ "یہ کیوں؟ وہی کافی ہونا چاہئے تھا بظاہر۔ لیکن پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بھی میری سنیں۔

تو مراد یہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ رسول اللہ کی دعا اور شفاعت پر تم انحصار کر ہی نہیں سکتے جب تک خود بھی اللہ کی باتوں کا جواب نہ دو۔ پس اس مضمون کو کھولنے کے بعد اسے کفارہ سے ایک بالکل الگ اور مختلف مضمون بنا کر دکھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں "ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات، پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرتؐ کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جائے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے"۔ نہ یہ دوسری بات نجات کا موجب ہو سکتی ہے "کہ آنحضرتؐ کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے"۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ **اپنی طرف سے پوری دیانت سے اللہ کی باتوں کا جواب دو لیکن تم کمزور ہو اور اس جواب دینے میں، اس لبیک کہنے میں کچھ کمزوریاں رہ جائیں گی ان کمزوریوں کو دور کرنے اور ان کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے کامل اتصال ہو۔ وہ ایک طرف سے تمہارا ہاتھ پکڑے اور دوسری طرف اس سے ملا دے جہاں تک جانا مقصود تھا، جس تک پہنچنے کے لئے تمہاری اپنی کوشش کام نہیں آ سکتی تھی۔**

اب دیکھیں کتنا لطیف مضمون ہے اور کیسے تسلسل کے ساتھ انسانی زندگی کے گہرے راز، یعنی کامیاب انسانی زندگی کے راز اس میں بیان ہوئے ہیں اور کفارہ سے بالکل الگ کر کے اس کو دکھایا ہے کیونکہ اس کے برعکس یہ مضمون پیش کرتا ہے کہ جتنے گناہوں میں ملوث ہونا چاہتے ہو، ہوتے چلے جاؤ بے شک، مسیح کو سچا مان لو اور اس کے بعد بھی تا زندگی جتنے گناہ کرو گے وہ سارے بخشے جائیں گے، صرف ایک دفعہ مسیح کو سچا کہہ دو۔ یعنی یہ کفارہ وہ ہے جو ساری دنیا کو قیامت تک کے لئے گناہوں سے بھر دے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی شفاعت وہ ہے جو قیامت تک کے لئے دنیا کو گناہوں سے نفرت دلانے کے لئے بار بار تنبیہ کرتا رہے گا کہ دیکھو رسول اللہ کی شفاعت کا انحصار نہ کرنا اگر تم نے خدا کے سامنے سر نہ جھکایا اور خود اپنی محنت اور کوشش سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کفارہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ آپ اس کی شفاعت کریں گے ہی نہیں جو خود خدا کی باتوں کا جواب نہیں دینا چاہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے اقتباس میں فرماتے ہیں "شفاعت اعمال حسنہ کی محرک کس طرح پر ہے۔ اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے بلکہ فرمایا إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہہ دے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دُور والا کیا کرے گا۔ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکا ہو"۔ پس قریب نے یقین پیدا کر دیا خدا تعالیٰ کے اس جواب نے کہ میں قریب ہوں اس یقین سے روشناس کرا دیا کہ کسی حالت میں بھی خدا کے بچانے کی پہنچ سے تم باہر نہیں ہو۔ جب بھی تمہارا دل بے اختیار پکارے گا کہ ہمیں بچا لے تم خدا کو اپنے قریب پاؤ گے۔

اور یہ مضمون جو ہے اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے مزید بڑھا کر یوں پیش کرتے ہیں "اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکے اس لئے فرمایا کہ کہہ دو میں قریب ہوں۔ پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے"۔ اب وہ لوگ جو خدا کو پکارتے ہیں لیکن دل اس یقین سے نہیں بھرا ہوا کہ وہ ہمارے پاس ہی ہے وہ گویا ایک دور کے خدا کو پکارتے ہیں اور ان کا اس طرح خدا تعالیٰ ہاتھ نہیں پکڑتا جس طرح ان کا پکڑتا ہے جو اس کو قریب دیکھتے ہیں۔

پس فرمایا "اللہ کی قدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین **کیا جاوے اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعاؤں کے ردّ ہونے کا یہ بھی سرّ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے"۔** دعا کرتا ہے پر پورا یقین نہیں ہوتا کہ کوئی سننے والا سنے گا بھی۔ اگر ایک فقیر ایک دروازے کے پاس جا کے آواز دے اور یقین نہ ہو کہ اندر کوئی ہے بھی کہ نہیں تو سرسری سی ایک دو آوازیں دے کے آگے نکل جائے گا حالانکہ بعید نہیں کہ اندر کوئی ہو اور اسے آواز پہنچے اور **بعد میں جا کے وہ دروازہ کھولے۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک روایت یہ ملتی ہے کہ ایک فقیر نے آواز دی اور آپ تک نہ پہنچی یا باتوں میں مصروف تھے اور ذرا دیر میں اس کا خیال آیا۔ وہ اس وقت تک جا چکا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ میری آواز کا جواب ہی نہیں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پیچھے آدمی دوڑا دئے کہ جاؤ اس کو پکڑ کے لاؤ تب تک میرے دل کو تسکین نہیں ہو گی جب تک وہ آ نہ جائے اور میں اس کی مراد پوری نہ کر دوں۔ تو اللہ کے بندوں کا یہ حال ہے تو اللہ کا کیا حال ہو گا۔ یہ ایک مثال ہے صفات باری تعالیٰ کو سمجھنے کے لئے حالانکہ وہ صفات انسانی صفات سے مختلف ہوتی ہیں۔ پس اگر اس یقین سے آپ دروازہ کھٹکھٹائیں کہ ہے کوئی جو سنے گا تو پھر وہ دیکھیں گے کہ اگر وقتی طور پر اس نے تاخیر کر دی ہو تو سننے میں تو تمہارے پیچھے دوڑا چلا آئے گا تمہیں پکڑ کر واپس اپنے در پر لے کے جائے گا اور یہ وہ زندگی ہے جو کامل یقین تک پہنچائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں **"بہت سی دعاؤں کے ردّ ہونے کا یہ بھی ایک سرّ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنا یا جائے۔** کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہو گی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہو سکے گا"۔ ایسی دعا جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہیں ہو گی۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ نبیوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری امت میں کوئی بھی گنہگار باقی نہ رہے۔ قیامت تک کے لئے یہ یقین ہو جائے کہ سب نے تیری رحمت کا فیض پایا ہے تب ہمارے دل کو ٹھنڈ پڑے گی۔ دعا اچھی تھی مگر منشاءِ الٰہی، قدرتِ الٰہی کے خلاف تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو آزادی دے رکھی ہے اس کے برعکس تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہی دیا کہ ہاں میں دعا کو سنتا ہوں اور سنوں گا مگر گنہگار اور فاسق فاجر جو خود فسق و فجور کرنا چاہیں ان کے حق میں یہ دعا نہیں سنوں گا اس لئے کہ ان کو قاعدہ کلیہ کے طور پر ایک مستقل رخصت دی جا چکی ہے اور تخلیق انسانی کے آغاز ہی سے یہ بات لکھی جا چکی ہے۔ اس لئے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن کے بارے میں میرا فرمان صادر ہو چکا، اس فرمان صادر ہونے کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان کے متعلق ازل سے ہی یہ فرمان صادر ہو چکا ہے کہ تم بدی کے لئے بھی آزاد ہو اور اگر بدی کرنا چاہو گے تو زبردستی نہ خدا تمہیں روکے گا نہ سارے انبیاء کی دعائیں مل کر بھی تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ پس اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں پھر سارے نبی بھی مل کر دعا کریں تو قبول نہ ہو گی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہو سکے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مضمون میں یہ بھی فرماتے ہیں "یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے"۔ یہاں صاحب حال بول رہا ہے۔ وہ جس نے بارہا قبولیت دعا کے نظارے دیکھے ہوئے ہیں۔ "اور قبولیت کا شرف بخشتا ہے مگر ہر رطب و یابس کو نہیں"۔ اب یہ ایک اور مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تحریر میں مزید کھول دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ سنتا ہے اور سارے انبیاء کی دعائیں سنتا ہے ہر دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے مگر دعا سننے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جو دعا کی جائے اور اس کے مفاد کے خلاف ہو جو دعا کرنے والا ہے تو اس کو سننے کا مطلب ہے اس کو ردّ کر دیتا ہے۔

اب یہ بہت لطیف مضمون ہے کہ سننے کا مطلب ردّ کرنا۔ اب ماں بچے کی پکار سنتی ہے نا۔ وہ کہہ دے کہ میں نے آگ میں ہاتھ ڈالنا ہے، آگ میں ہاتھ ڈالنا ہے تو سنے گی!؟۔ سنے گی مگر ردّ کر کے۔ بچے تمہیں راحت چاہئے نا تو میں جانتی ہوں کہ تمہاری راحت اس میں ہے کہ ہاتھ نہ ڈالنے دوں اور وہ روتا پیٹتا رہ جائے، اس کی دعا ردّ کرنے ہی میں اس دعا کی قبولیت کا راز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "کیونکہ جوش نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے"۔ جو انجام پر نظر رکھتا ہے مآل پر نظر رکھتا ہے۔ "ان مضرتوں اور بدنتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورت قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں"۔ وہ نقصان جو لفظوں میں اگر دعا کو قبول کیا جائے تو دعا کرنے والے کو پہنچ سکتے ہیں۔ "ان کا خیال کر کے اسے ردّ کر دیتا ہے اور یہ ردّ دعا ہی اس کی قبول دعا ہوتی ہے"۔

طالب دُعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER

Specialist in Leather Belts, Leather
Ladies & Gents Bag, Jackets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700081 ☎ 2457153

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

اب یہ بظاہر متضاد باتوں کو اکٹھا کر کے اس حکمت اور دانشمندی سے پیش کیا جارہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے سوا آپ کو کہیں ایسی حکمت کی باتیں دکھائی نہیں دیں گی۔ قرآن و حدیث میں بہر حال ہیں اور انہی سے تو اخذ کی گئی ہیں مگر اس دور میں ان مشکل مضامین کو کھولنے والا مسیح موعود سے بڑھ کر آپ کو کہیں کوئی دکھائی نہیں دے گا۔ فرمایا "پس ایسی دعائیں ہیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے"۔ ایسی دعائیں دعا کرنے والے کے حق میں قبول کر لیتا ہے۔ "مگر مضر دعاؤں کو بصورت ردّ قبول فرمالیتا ہے"۔ یہ بھی بہت پیارا جملہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا ردّ کر دیتا ہے "بصورتِ ردّ قبول فرمالیتا ہے"۔

یہ بات بھی بحضورِ دل سن لینی چاہئے کہ قبولِ دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ **دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے غناءِ ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے"۔** پہلے باب استجابت جب کھولا جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اس کا بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ چیزیں ہیں جنہیں اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بھی ان معنوں میں بابِ استجابت کھولا جائے گا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے"۔ دعا کے بغیر اللہ تعالیٰ سے زندگی کا رشتہ قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسے جنین کا رشتہ ماں سے ایک نالی کے ذریعے ہوتا ہے جس سے خون اس تک پہنچتا ہے، ساری غذا اس کو ملتی ہے اسی طرح دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان معنوں میں بار بار بیان فرمایا ہے کہ دعا کے بغیر تو اللہ سے زندگی کا رشتہ قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس تم جو حاجت روائی کے لئے دعائیں مانگتے ہو تمہاری حاجتیں دعا ہی پوری کرے گی مگر یاد رکھو کہ اگر یہ رشتہ نہیں تو تم مُردہ ہو۔ کوئی حیثیت ہی تمہاری نہیں اور پھر مُردوں کی خدا پرواہ نہیں کرتا۔ ایسا بچہ جو ماں کے پیٹ میں فوت ہو چکا ہو ماں کو اس سے کیسی ہی محبت کیوں نہ ہو، کیونکہ اپنے پیٹ میں ہے مگر اس پر اپنی طاقتیں ضائع نہیں کرتی پھر اس کا رشتہ کٹ جاتا ہے اور وہ بچہ عفونت کا شکار ہو جاتا ہے حالانکہ ماں کو بہت پیارا ہے مگر اس میں تعفن پیدا ہو جائے گا، بدبو پیدا ہو جائے گی۔ ایسا کہ بعض دفعہ ماں کے لئے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ماں چاہتی ہے اس کو نکال کے پھینک دے۔ خدا کے لئے تو آپ خطرہ نہیں بن سکتے مگر خدا والوں کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کو ردّ فرما دیتا ہے اور ان کو کاٹ کر اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

یہ عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ سمجھنا چاہئے اور یہ رشتہ تب تک قائم ہے جب تک آپ خدا تعالیٰ سے زندگی پاتے رہیں گے۔ جب خدا سے آپ زندگی پانا بند کر دیں گے تو پھر یہ رشتہ کٹ جائے گا یا کاٹے جانے کے لائق ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں "اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے"۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ "لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے"۔ قدم رکھ کے تو دیکھو، دعا کر کے پکارو دعا ہی مشکلات کو بھی حال کرے گی، دعا ہی راہیں تمہارے لئے آسان کر دے گی جو بڑی مشکل راہیں ہیں۔" جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو اور ہی انسان ہو جاتا ہے"۔

یہ بات بھی تجربے میں آنی چاہئے اور جو خدا رسیدہ بنتے ہیں ان کے تجربے میں آتی ہے کہ **دعا مانگو تو مانگتے چلے جاؤ اس یقین کے ساتھ کہ میرا کام دعا کرنا ہے اُس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے، ہر حالت میں مجھے دعا ہی کرنا ہے تا کہ میرا زندگی کا رشتہ قائم رہے۔ اگر اس یقین کے ساتھ دعا کرتے رہیں گے تو ان کی تمام مشکلات رفتہ رفتہ آسان ہونی شروع ہو جائیں گی اور انسان اپنے اندر تبدیلی دمبدم محسوس کرتا ہے۔** چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اب 'متواتر دعائیں مانگتا ہے تو اور ہی انسان ہو جاتا ہے' سے یہ مراد نہیں ہے کہ متواتر دعائیں مانگتے مانگتے ساری زندگی گزر جاتی ہے وہ بدکار رہتا ہے، خدا سے دور رہتا ہے اور بالآخر وہ اور انسان ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ متواتر دعاؤں کے نتیجے میں اس کے اندر تدریجی تبدیلیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہ تبدیلیاں جب اپنے درجہ کمال تک پہنچتی ہیں، جب ہر انسان کا درجۂ کمال الگ الگ ہے تو پھر وہ ایک اور ہی انسان کی حیثیت میں ڈھل جاتا ہے۔ "اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے برداشت کرتا ہے تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن اور رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے"۔

یہ جو کیفیت ہے یہ ایک ایسی کیفیت ہے جسے خدا کا ہر بندہ ہر کوشش کے دوران محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور پہچانتا ہے اگرچہ ان کی کوششیں بظاہر دنیا میں صرف ہوتی ہیں مگر یہ قاعدہ کلیہ ہے جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، تکلیف اٹھاؤ گے راہ میں یہ ضروری ہے کیونکہ تکلیف کے بغیر کوئی یُسْر مل ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ قاعدہ کلیہ ہے جس کو تمام انبیاء کی دعائیں مل کر بھی تبدیل نہیں کر سکتیں۔ اس قاعدہ کلیہ کے تجربے سے دنیا کے سائنس دانوں نے بھی محسوس کیا اور معلوم کیا اور اپنے لفظوں میں اسے بیان کرنے کی کوشش کی۔

ایڈیسن تھامس اس کا پورا نام مجھے یاد نہیں مگر ایڈیسن کے نام سے مشہور ہے جو اس جدید دور کے ایسے سائنس دانوں میں سے ہے جس نے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کی روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ایجاد کر لی۔ امریکہ کا مشہور سائنس دان ہے اور بجلی کے بلب ہوں یا ٹیلی فون ہو کوئی بھی نیا آلہ نہیں جو اس جدید دنیا کے کام آتا ہے جس کا آغاز ایڈیسن نے نہ کیا ہو۔ حیرت انگیز دماغ بخشا تھا اللہ نے اُس کو اور تعجب سے لوگ دیکھتے تھے، اس کے بڑے بڑے انٹرویو لینے کے لئے لوگ دُور دُور سے آتے تھے کہ تم ہو کیا بلا، کس طرح تمہیں یہ باتیں سوجھتی ہیں۔ تو ایک دفعہ ایک اخباری نمائندے نے انٹرویو میں اس سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ تو سہی یہ کیا قصہ ہے تم جینئس (Genius) کیسے ہو گئے۔ ایسے جینئس کہ یوں لگتا ہے جیسے مثال ہی کوئی نہیں۔ اس نے کہا دیکھو جینئس بننے کے لئے ایک ضرورت ہے جسے پورا کرنا پڑتا ہے اس کا فقرہ جو مشہور ہے تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا وہ یہ تھا- Genius is one percent of inspiration and ninty percent of perspiration. Genius جو ہے اس کا ننانوے فیصد پسینہ ہوتا ہے، ننانوے پسینے بہاتا ہے تب ایک گھڑی انسپریشن (Inspiration) کی نصیب ہوتی ہے۔ کیسا عمدہ جواب ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اور خدا کے بندوں کا بھی یہی حال ہے ان کے پسینے تو کوئی نہیں دیکھتا جو وہ خدا کی راہ میں بہاتے ہیں، ان کی راتوں کی گریہ وزاری کوئی نہیں سنتا اور جب ان کو الہام ہوتے ہیں، جب اللہ ان کو نوازتا ہے، ان کی دعائیں قبول کرتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں دیکھو جی یہ اچانک آسمان سے گر گیا۔ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا ساری زندگی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں صرف کرنی پڑتی ہے۔ خدا کی راہ میں ایسی محنتیں کرو گے اور یقین کرو گے کہ ان محنتوں کو قبول کرنے والا موجود ہے وہ انسپریشن دے گا اور وہی ریویلیشن (Revelation) دے گا۔ پس سائنس دان Revelation کا دوسرا نام ہی Inspiration رکھتے ہیں۔ یعنی اندر سے ایک نور کی آواز بلند ہوتی ہے اور اللہ کے بندے جو جانتے ہیں کہ یہ آواز بھی دراصل اللہ کے کہنے پر ہی اٹھی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ آواز اوپر سے بھی اترتی ہے اور ظاہری لفظوں میں اترتی ہے۔ اس کو Revelation کہا جاتا ہے مگر دونوں کا پس منظر ایک ہی ہے محنت، محنت اور محنت۔

تو اب کتنے دن باقی ہیں آپ کی محنت کے، تین دن تو باقی رہ گئے ہیں اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ بہت تھوڑے گنتی کے دن ہیں۔ انہی میں جتنی محنت ہو سکتی ہے کر لیں اور جو محنت مکمل نہ کر سکیں اب سارا سال اسے کرنا ہے، یہ پیغام ہے جمعۃ الوداع کا جو آخری پیغام میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ ان تین دنوں کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ ایک سال انتظار کرنا پڑے گا محنتوں کا، محنتیں تو مسلسل کرنی پڑیں گی سارا سال کوشش کرنی ہو گی۔ تب جا کر بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اگلے سال وہ لیلۃ القدر دکھا دے جو حل کے آخر پر ایک ایسی روشنی کی

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

We offer professional service in buying, selling of properties for all your real Estate requirement in Bangalore and Karnataka
Contact:-
CHOICE REAL ESTATE
327 Tipu Sultan palace Road
Fort Banglore - 560002 ☎ 6707555

صورت میں دکھائی دیتی ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا، ساری زندگی وہ روشنی آپ کا ساتھ دے گی۔ اگر یہ نہیں کریں گے تو پھر اُن اندھیروں سے میں آپ کو ڈراتا ہوں جن اندھیروں سے اللہ نے آپ کو ڈرایا ہے کہ دیکھو شیطان تمہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکال کے لے جاتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو سب اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اس خطبے کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ آخری اقتباس میں آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ "دوسرا طریق حقیقی پاکیزگی اور خاتمہ بالخیر کے حاصل کرنے کا جو خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے جو دراصل سب سے مقدم ہے وہ دعا ہے اس لئے جس قدر ہو سکے دعا کرو۔ یہ طریق اعلیٰ درجہ کا مفید اور مجرب ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ **دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر فخر کرنا چاہئے۔** دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ خبر بھی نہیں"۔ اب دیکھ لیجئے مسیحیوں کو کفارہ کی اطلاع دی گئی جو دعا نہیں ہے اور دوسری قوموں میں بھی دعا کا یہ مضمون کہیں نہیں ملے گا، اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ملے گا جو قرآن کریم نے مسلمانوں کو سکھا دیا ہے۔ بائبل کی تلاش کرلیں، ہندو کتب کی تلاش کرلیں، بدھسٹ کتب کی تلاش کرلیں کہیں آپ کو دعا کا یہ مضمون دکھائی نہیں دے گا۔

"دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ بھی خبر نہیں اس واسطے ان کو دعا کی کوئی قدر ہی نہیں ہے"۔ دعا روزمرہ ان کی زندگی میں کوئی معنے نہیں رکھتی۔ آپ نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ عیسائی مل رہے ہوں، بدھ مل رہے ہوں، ہندو مل رہے ہوں اچھا جی دعا کرو ہمارے لئے۔ یہ دعا کرنے اور کرانے کا جنون عام مسلمانوں کو بھی نہیں احمدیوں کو ہی ہے۔ آتے جاتے اچھا جی دعا کرنا، دعا میں یاد رکھنا، خط لکھیں گے تو دعا میں یاد رکھیں۔ دوسروں کے خط اکٹھے کرلو میں نے ایک دفعہ اندازہ لگایا کہ ساری دنیا میں جو اربوں خطوط لکھے جاتے ہیں سارا سال اس میں دعا کی ایسی درخواستیں نہیں ملتیں، کہیں نشان بھی نہیں ملتا جو ایک مہینے میں احمدی دعا کے ذکر سے بھر کر خط لکھتے ہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے راز کو پکڑ لیا ہے، کیسی نکتے کی بات پکڑی اور بیان فرمائی۔ فرمایا "دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ بھی خبر نہیں اس واسطے ان کو دعا کی کوئی قدر ہی نہیں بلکہ مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں حالانکہ یہ فخر اور ناز صرف اسلام کو ہی ہے۔ دوسرے مذاہب اس سے کلّی بے بہرہ ہیں"۔

پس اے دنیا بھر کے احمدیو! جو میرا خطاب سن رہے ہو آخری پیغام یہی ہے کہ تم اس فخر اور ناز کو اپنے سر سے اتار نہ پھینکنا، عمر بھر یہی تمہارا تاج رہے اور یہی رضائے باری کا تاج ہے جو خدا کرے کہ ہمیشہ جماعت احمدیہ کے سروں پر چمکتا رہے۔

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن

❁❁❁ ...... ❁❁ ...... ❁❁❁

بقیہ صفحہ: 9

چاہئے اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر برا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ برے نمونے سے اوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے ہمارے پاس خط آتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ میں گرچہ آپ کی جماعت میں ابھی داخل نہیں مگر آپ کی جماعت کے بعض لوگوں کے حالات سے البتہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اس جماعت کی تعلیم ضرور نیکی پر مشتمل ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْن۔

خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے اور اس میں غور کرنا چاہئے کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔ انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔ انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔ (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۳۷-۱۳۸)

حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ ان باتوں کا کسی دل میں پہنچا دینا میرا کام نہیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ میں اپنی بات کسی کے دل میں بٹھا دوں مگر یہ معاملہ مجھ سے ہی نہیں بلکہ تمام انبیا اسی راہ پر آئے ہیں انک لا تھدی من اَحْبَبْتَ یہ ارشاد رسول کریم صلعم کو ہوتا ہے۔ اب اور کون ہے جو اپنی مرضی سے کسی کو ہدایت پر قائم کر سکے۔ نصیحت کرنا اور بات پہنچانا ہمارا کام ہے۔ یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے بعض اوقات جماعت کا اخلاص محبت اور جوش ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں۔ ہزارہا انسان ہیں جنہوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے مگر بعض اوقات پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۳۳۴-۳۳۵)

آپ فرماتے ہیں۔ "بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو" (کشتی نوح)

قارئین بدر یہ چند اقتباسات ہیں جو تحریر کئے گئے ہیں ایسے بے شمار اور ان گنت کلمات طیبات جو پاکیزہ نصائح پر مشتمل ہیں حضور علیہ السلام کی کتب میں موجود ہیں۔ کاش ہم اس پاکیزہ تعلیم پر عمل پیرا ہوں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح موعود کی تعلیمات کو سمجھنے اُس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھتے ہوئے ہمیں اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریں اور پر حکمت ارشادات جو قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر مبنی ہوتے ہیں عمل کرنے کی توفیق دے اور حضور علیہ السلام کی دُعاؤں کے وارث ہوں۔ آمین۔

❁

بقیہ صفحہ: 11

نوجوانان جماعت کو آگے بڑھ کر علم و قلم کے جوہر دکھانے کی تلقین کن پر اثر اور پر شوکت الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"پس اے عزیزو اور اے دوستو اپنے فرض کو پہچانو اور سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر دین کی قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہارے قلموں پر فخر کریں۔ قلم کے جوہر دکھائیں اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔ اللہ اللہ کیا ہی پیارا اور دل میں اتر جانے والا پیغام ہے۔

ایک مخلصانہ گذارش:۔ آخر پر خاکسار معزز اہلِ قلم حضرات اور نئے لکھنے والے باہمت اور شائقین نوجوانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ نہ کچھ لکھنے پر طبع آزمائی کرنے اور اپنی تحریروں کو پختہ رنگ دے کر شائع کرانے کے وسیع مواقع عطا فرما رکھے ہیں ذیلی تنظیموں کے الگ الگ رسائل سے لیکر مؤقر الفضل تک کے صفحات ہمیں لکھنے کا شوق اور احساس دلانے کیلئے بہت کافی ہیں۔

Required Teacher & Hostel staff for a primary **English Medium School.** situated in a town of Uttar Pardesh.Nearly 120 Km from Jhansi. Contact Directly with BIO-DATA .
Prefrence to experience & fluency in English is must. Residental facility is provided with many others.

Director
Abrar Ahmad

Contact

Mother International School
Rath 210431, Distt- Hamirpur (U.P)
Phone No: 05280-20844

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

دُعاؤں کے طالب
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
BANI ®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
27-2185, 26-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 26-2096, 26-4696, 27-8749 FAX: ++91-33-26-9893

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

اپنی جماعت کو پاکیزہ نصائح

(محمد یوسف انور استاد جامعہ احمدیہ قادیان)

آنحضرت ﷺ کے بروز کامل اور ظل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور ملفوظات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات عیاں اور واضح ہوتی ہے کہ ہمارے پیارے امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ کے رگ وریشہ میں اپنے مخلص متبعین سے بے انتہا محبت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپؑ اپنی جماعت کے افراد کیلئے مجسم دعا تھے اور کسی بھی فردِ جماعت کی تکلیف یا پریشانی سے بیقرار اور بے چین ہو جاتے آپ کی اپنی جماعت کے افراد کے ساتھ ہمدردی و غمخواری اور محبت کا اندازہ آپؑ کی تحریرات سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ آپؑ کے دل میں جو تڑپ اور دلی تمنا تھی وہ یہی تھی کہ جماعت کے افراد تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہوں اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل بنانے والے ہوں دنیا کے ہموں غموں اور فکروں سے نجات یافتہ ہوں اور دینی دنیاوی ترقیات سے مالامال ہوں اس سلسلے میں چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

حضرت اقدسؑ کی اپنے دوستوں کیلئے ہمدردی اور غمخواری

۳۰ردسمبر ۱۸۹۷ء فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دوستوں کا تعلق ہمارے ساتھ اعضاء کی طرح سے ہے اور یہ بات ہمارے روز مرہ کے تجربہ میں آتی ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹے عضو مثلاً انگلی ہی میں درد ہو تو سارا بدن بےچین اور بیقرار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ٹھیک اسی طرح ہر وقت ہر آن میں ہمیشہ اسی خیال اور فکر میں رہتا ہوں۔ میرے دوست ہر قسم کے آرام اور آسائش سے رہیں۔ یہ ہمدردی اور یہ غمخواری کسی تکلف اور بناوٹ کی رُو سے نہیں بلکہ جس طرح والدہ اپنے بچوں میں سے ہر واحد کے آرام و آسائش کے فکر میں مستغرق رہتی ہے خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اُسی طرح میں للہی دلسوزی اور غمخواری اپنے دل میں اپنے دوستوں کیلئے پاتا ہوں۔ اور یہ ہمدردی کچھ ایسی اضطراری حالت پر واقع ہوئی ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کسی کا خط کسی قسم کی تکلیف یا بیماری کے حالات پر مشتمل پہنچتا ہے۔ تو طبیعت میں ایک بیکلی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور ایک غم شامل حال ہو جاتا ہے اور جوں جوں احباب کی کثرت ہوتی جاتی ہے اُسی قدر یہ غم بڑھتا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا خالی نہیں رہتا جبکہ کسی قسم کا فکر اور غم شامل حال نہ ہو کیونکہ اسی قدر کثیر التعداد احباب میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اُس کی اطلاع پر ادھر دل میں قلق اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نہیں بتلا سکتا کہ کس قدر اوقات غم میں گذرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو ایسے ہموم اور افکار سے نجات دیوے۔ اس لئے میں ہمیشہ دُعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدم دُعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے تو اُن کے ہی افکار اور رنج غم میں ڈالتے ہیں اور پھر یہ دُعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں۔ دُعا کی قبولیت میں بڑی بڑی اُمیدیں ہیں بلکہ میرے ساتھ میرے مولیٰ کریم کا صاف وعدہ ہے کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 100-101)

فرماتے ہیں میں دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کیئے جاؤں گا اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھادے اور باہم سچی محبت عطا کردے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ (اسلامی معاشرہ صفحہ 38 مصنفہ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب)

قارئین بدر ذرا غور کریں اور باریک بینی سے حضور کی اس تحریر کو بار بار پڑھیں اور پھر جائزہ لیں کہ مسیح الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنی جماعت کے ساتھ کس قدر محبت اور ہمدردی تھی آپؑ کی ہمدردی صرف اپنی جماعت تک ہی محدود نہ تھی بلکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے تھی۔

ایک مقرب صحابی کی روایت

حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو علیحدگی میں دُعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محو حیرت ہو گیا کہ آپ کی دُعا میں اُس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا۔

اور آپؑ اس طرح آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کررہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرما رہے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوگئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا"

(بحوالہ اسلامی معاشرہ صفحہ ۳۰)

پھر حضورؑ کتاب اربعین میں فرماتے ہیں۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کر دیتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدۂ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جس سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بد عملی اور بد خلاقی سے بیزاری میرا اصول "(اربعین صفحہ ۲)

حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جماعت کے ماننے والوں کی تربیت کا خاص دھیان رہتا تھا آپ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ جماعت کے اراکین تقویٰ شعار ہوں اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اس ضمن میں آپ نے متعدد بار اپنی جماعت کو زریں نصائح کیں۔

خدا کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو۔ اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو نہ کسی کو حقارت سے دیکھو۔ جماعت میں اگر ایک آدمی گندہ ہوتا ہے تو وہ سب کو گندہ کر دیتا ہے۔ اگر حرارت کی طرف تمہاری طبیعت کا میلان ہو۔ تو پھر اپنے دل کو ٹٹولو کہ یہ حرارت کس چشمہ سے نکلی ہے۔ یہ مقام بہت نازک ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۹)

جماعت احمدیہ کو خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے

فرمایا۔ ہماری جماعت کیلئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے۔ اُن تمام آفات سے نجات پاویں۔ فرمایا۔ آپ مانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے۔ خواہ اُس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اُس بیماری کیلئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دُکھ نہ اُٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہو سکتا ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۹۔۱۰)

ارشاد نبویؐ

خَیرُ الزَّادِ التَّقوٰی

سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے

منجانب

رکن جماعت احمدیہ ممبئی

اللہ کا خوف کس میں ہے

آپؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔ اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اُس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اُس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے۔ خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے۔ جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اُس کا اندرونہ کیسا ہے۔ اور اُس کی باطنی حالت کیسی ہے اگر ہماری جماعت بھی خدا نخواستہ ایسی ہے کہ اُس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے۔ تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے ور زبانی دعوے کرتی ہے وہ غنی ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔

ہر طرح فتح کی امید تھی۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دُعا مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۰۔۱۱)

بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام اپنے پیارے متبعین کی صبح و شام کس رنگ میں دیکھنے کی تمنا رکھتے تھے

آپؑ فرماتے ہیں چاہئے کہ ایک ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کردے گی۔

طالبانِ دُعا:-

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 مینگو لین کلکتہ 700001

دکان-248-1652, 248-5222

رہائش-243-0794, 27-0471

اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یاریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے۔ جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔

(کشتی نوح صفحہ ۱۲۔۱۳)

ہماری جماعت کے لوگ میرے مرید ہو کر مجھے بدنام نہ کریں

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے اس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے۔ اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔ کیا یہ اُن کے لئے باعث ندامت نہیں ہے کہ انسان عمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا۔ جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیکنامی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی لئے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا ہے۔ گویا کہ حضور ﷺ عامۃ المومنین کے باپ ہیں۔ جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے۔ اور حیات ظاہری کا باعث مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا اور اُس مرکز اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے اور قمار بازی کرتا پھرے! شراب پیوے یا اور ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبان خلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اُس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بدکام کرتا ہے۔

پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کیلئے ایک برا نمونہ ہو کر اُن کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱)

میں تمہارے اندر نمایاں تبدیلی چاہتا ہوں۔

فرمایا: اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے میں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں میں ثواب کی نیت سے کہتا ہوں۔ نہیں! میں اپنے نفس میں ایسا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں رُک نہیں سکتا۔

اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو۔ اُن پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو۔ اور ان آدمیوں کو جو ہم سے دور ہیں اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور عمل کی ضرورت نہیں ہے تو پھر مجھے بتلاؤ کہ یہاں آنے سے کیا مطلب ہے۔ میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے۔ تاکہ مخالف شرمندہ ہوں۔ اور لوگوں کے دلوں پر یکطرفہ روشنی پڑے اور وہ ناامید ہو جاویں کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی۔ اور اُن کے واجب التقلید نمونوں نے اُن کو شرمندہ کیا۔ عکرمہ کا حال تم نے سنا ہو گا اُحد کی مصیبت کا بانی مبانی یہی تھا اور اُس کا باپ ابو جہل تھا۔ لیکن آخر اسے صحابہ کرام کے نمونوں نے شرمندہ کر دیا فرماتے ہیں کہ میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ہمارا اچجا زاد کہاں سے کہاں پہنچا۔ آخر انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ سمجھا۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)

پھر فرماتے ہیں کہ القصہ میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو۔ اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو۔ جو دوسروں کیلئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو!!

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۰)

جماعت احمدیہ کیلئے سب سے ضروری امر

فرمایا ہماری جماعت کیلئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں کیونکہ ان کو تو تازہ معرفت ملتی ہے۔ اور اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اُس پر نہ چلے۔ تو یہ نری لاف و گزاف ہی ہے پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سستی غافل نہ کر دے۔ اور اس کو کاہلی کی جرأت نہ دلاوے۔ وہ ان کی محبت سرد دیکھ کر خود بھی دل سخت نہ کر لے۔ فرمایا۔ انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے مگر غیب کی قضا و قدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے۔ قضا و قدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ ہے۔ خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں اُسے کیا معلوم ہے اُس میں کیا لکھا ہے اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳۲)

موجودہ دور میں جبکہ خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بکثرت لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں اور ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس سلسلہ میں بار بار اپنی جماعت کو اور خاص کر نظام جماعت کے ہر رکن کو خصوصاً توجہ دلا رہے ہیں کہ ان آنے والوں کی تربیت کی طرف خاص دھیان دیں۔ اور باقاعدہ منظم طریقے سے ان نئے آنے والوں کی مناسب رنگ میں تربیت کریں اور انہیں اسلام احمدیت اور قرآن کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں ہی ایک جگہ فرماتے ہیں "زبانی لاف و گزاف کسی کام کی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی صفائی کرنی چاہئے صرف زبان سے کہہ دینا کہ میں نے بیعت کر لی ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا جب تک عملی طور سے کچھ کر کے نہ دکھلایا جاوے صرف زبان کچھ نہیں بسا سکتی۔ فرمایا صرف زبان کا اقرار تو خدا تعالیٰ کے نزدیک کچھ چیز ہی نہیں ہم نے اکثر ہندو دیکھے ہیں کہ خیانت کرتے ہیں کم تولتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دُنیا کی محبت میں مرے جاتے ہیں مگر زبان سے دوسری طرف یہ بھی بکے جاتے ہیں کہ اجی صاحب دنیا فانی ہے ناپائیدار ہے۔

پس تم ایسے ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ارادے تمہارے ارادے ہو جاویں اسی کی رضا میں رضا ہو۔ اپنا کچھ بھی نہ ہو سب۔ کچھ اس کا ہو جاوے۔

پھر فرماتے ہیں میں کثرت جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اب چار لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے مگر حقیقی جماعت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے ان میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور ان کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاویں۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخدلی سے پورے اور کامل طور ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعت دین کیلئے اُن میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور آرزوؤں پر زودوں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو پر جسے میں ہدایت دوں۔ تم سب اندھے ہو مگر وہ جس کو میں نور بخشوں تم سب مردے ہو مگر وہی زندہ ہے جس کو میں روحانی زندگی کا شربت پلاؤں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کی ستاری ڈھانکے رکھتی ہے ورنہ اگر لوگوں کے اندرونی حالات اور باطن دنیا کے سامنے کر دیئے جاویں تو قریب ہے کہ بعض بعض کے قریب تک بھی جانا پسند نہ کریں خدا تعالیٰ بڑا ستار ہے۔ انسانوں کے عیوب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا پس انسان کو چاہئے کہ نیکی میں کوشش کرے اور ہر وقت دعا میں لگا رہے۔

فرمایا۔ یقیناً جانو کہ جماعت کے لوگوں میں اور ان کے غیر میں اگر کوئی مابہ الامتیاز ہی نہیں ہے تو پھر خدا کوئی کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو عزت دے اور ہر طرح حفاظت میں رکھے۔ اور ان کو ذلت دے اور عذاب میں گرفتار کرے انما یتقبل اللّٰہ من المتقین۔ متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔

نفس اور خواہشات نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں۔ ایمان کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے فرمایا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سنتے ہیں دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔ ان باتوں کو دل میں نہیں اُتارتے۔ چاہے جتنی نصیحت کرو مگر ان کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دُعا نہیں کی جاتی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آجاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دُعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالت اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔

فرمایا۔
ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا

(باقی صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

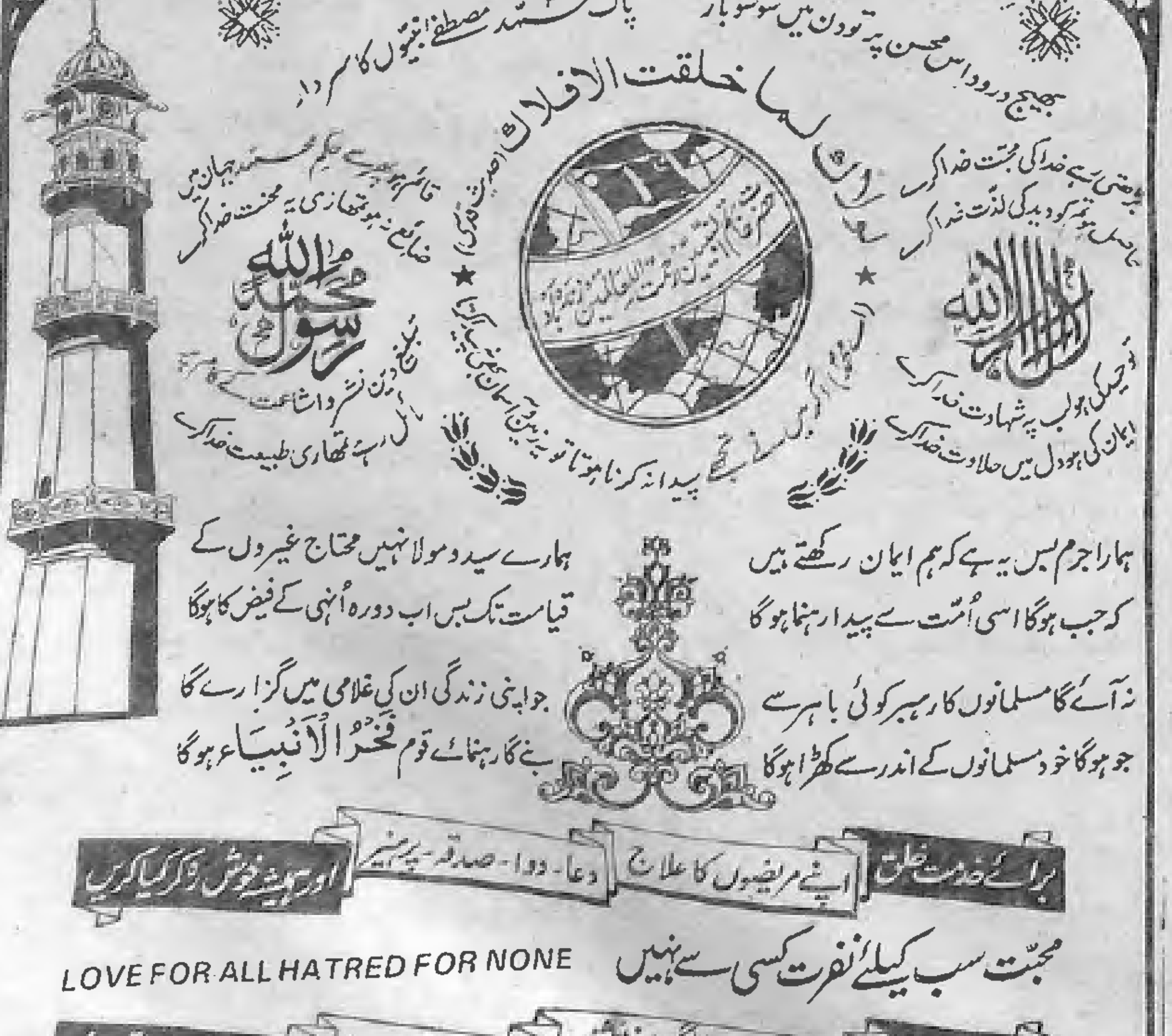

اس وقت انہیں اس تکلیف اور معذوری کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں انہیں اس اپاہج پن اور معذوری کا احساس زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اپنے کمزور ہونے اور نارمل طریق پر کام کرنے سے محرومی کا احساس عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جتنا زیادہ وہ اس جسمانی معذوری سے متعلق سوچتے ہیں اتنا ہی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اور جو نیک لوگ ہوتے ہیں ان کی روحوں کی مثال صحیح وسالم، تندرست اور صحت مند بچہ کی طرح ہوتی ہے۔ روح کا یہ سفر جس میں اس کی Development ہوتی ہے اور یہ عرصہ جو مرنے کے وقت سے لے کر صور پھونکے جانے کے وقت یعنی قیامت کبریٰ تک ممتد ہے، یہ وہ عرصہ ہے جسے قبر کہتے ہیں۔ بے شک اصل سزا تو جزا سزا کے روز یعنی قیامت کے دن ہی ملنی ہے۔ لیکن گناہوں کی وجہ سے چونکہ روح کی ترقی متاثر ہوئی تھی اور روحانی لحاظ سے وہ بیمار تھے اس لئے وہ مسلسل تکلیف میں مبتلا رہیں گے۔ یہ وہ عذاب قبر ہے جس سے بچنے کے لئے ہمیں دعا سکھلائی گئی ہے کہ اس عذاب قبر سے ہم خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اس عذاب سے بچالے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں ہماری روحوں کا ارتقاء صحتمندانہ طریق پر ہو تاکہ جب وہ جسموں سے الگ ہوں تو صحتمند ہونے کی حالت میں الگ ہوں۔ اور اس قبر میں بجائے عذاب کا مزا چکھنے کے انہیں جنت کی خوشبو آئے۔ قبر کے دونوں معنی آنحضرت ﷺ کی احادیث سے ثابت ہیں۔

آپؐ نے صرف عذاب قبر ہی کی بات نہیں کی بلکہ مرنے کے بعد جنت کے نظارے اور اس کی خوشبو پانے کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ قبر میں دو کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں ان میں سے ایک کھڑکی برے لوگوں کے لئے دوزخ کی جانب کھولی جاتی ہے اور نیک لوگوں کی قبر میں کھلنے والی کھڑکی کا رخ جنت کی طرف ہوتا ہے، جہاں سے وہ جنت کی خوشبو اور اس کے نظارے کرتے ہیں۔ اس لئے صرف عذاب قبر ہی نہیں ہے بلکہ قبروں میں صحت مند روحوں کا خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ ارتقاء بھی ہے اور یہی وہ عرصہ ہے جسے عالم برزخ بھی کہتے ہیں۔

اسی ضمن میں حاضرین مجلس میں سے کسی نے ذکر کیا کہ اس وقت بہت سی کتب مارکیٹ میں فروخت ہو رہی ہیں جن میں یہ لکھا ہے، کہ انسان کو مرنے کے بعد جب قبر میں ڈال دیا جاتا ہے تو اس کو سانپ اور بچھو کاٹتے ہیں اور اس کی قبر میں ایک کھڑکی کھلتی ہے جہاں سے دوزخ کی آگ اس کو جلاتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: بے شمار مواقع پر لوگوں نے یا جانوروں نے یا پھر زلزلوں کی وجہ سے قبریں کھلی ہیں لیکن کبھی بھی کسی نے اس قسم کی تصوراتی چیزوں کا مشاہدہ نہیں کیا جو کہانیوں کی شکل میں کتابوں میں موجود ہیں۔ ایسی بے حقیقت باتیں جنوں اور بھوت پریت کے پجاری مُلاں ہی بیان کرتے ہیں۔ کسی نے آج تک ان قبروں میں کوئی ظاہری کھڑکی کھلی ہوئی نہیں دیکھی۔ نہ تو دوزخ کی طرف اور نہ ہی جنت کی طرف۔ لیکن آنحضرت ﷺ غلط کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ بے وقوف مُلاں ہی ہیں جو آپ کی باتوں کے غلط معانی کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سو فیصد درست ہے۔ آپ کی ایسی باتوں کو لفظی رنگ میں نہیں بلکہ استعارۃً سمجھنا ہوگا۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کے پیچھے مضبوط دلیل ہے۔ اور کسی بھی عقلمند کی ذہنی تسلی و تشفی کے لئے کافی ہے اور بالکل ویسا ہی ظہور میں آتا ہے۔ لیکن جو کچھ مُلاں بیان کرتا ہے وہ سب فرضی باتیں اور قصے کہانیاں ہیں۔

اولی الامر سے مراد

سوال: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النّساء:۶۰)

اس میں اولی الامر سے کون مراد ہے؟

حضور انور نے فرمایا: "اولی الامر" استعمال کے لحاظ سے اپنے اندر وسیع معانی رکھتا ہے۔ اور جہاں بھی یہ استعمال ہوا ہے اس کے سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر اس کے مختلف معانی ہونگے۔ اولی الامر کا مطلب ہے ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی اتھارٹی ہو۔ بہت سے مسلمان علماء اور فرقوں کے درمیان یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت میں لفظ "مِنکُم" استعمال ہوا ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ تم صرف مسلمان لیڈر یا حاکم کی اطاعت کرو۔ اور کبھی بھی کسی غیر مسلم لیڈر یا حاکم کی اطاعت نہ کرو۔ اس آیت کی یہ تفسیر بہت بڑی غلط فہمی کی بنا پر ہے۔ جو صریحاً غلط ہے۔ اور اس کے بعد آنے والی آیت اس تفسیر کو کلیۃً رد کر رہی ہے۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ اُولِی الْاَمْرِ اگر مِنکُمْ کے بغیر ہو تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ جہاں کہیں بھی کوئی اُولِی الْاَمْرِ ہے دوسرے ملکوں میں رہنے والے تمام مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں؟۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ تم سے ہرگز یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ تم ہر اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت کرو خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ اُولِی الْاَمْرِ کا مطلب ہے جو تمہارا اُولِی الْاَمْرِ ہے۔ وہ اُولِی الْاَمْرِ جسے تم پر اتھارٹی ہے۔ اور ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہو۔ کوئی بھی ہو سکتا ہے جو تم پر اور تمہارے ملک پر حکومت کرتا ہے۔

مِنکُم کا لفظ گرامر کے لحاظ سے کسی کا دوسرے کے ساتھ تعلق یا واسطہ قائم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر مضاف، مضاف الیہ آسانی سے بیان ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عربی میں کہنا ہو "تم میرے ہو" کو کبھی نہیں کہتے "اَنتِی"۔ "اَنتَ" اور "ی" تو کبھی بھی اکٹھا جوڑا نہیں جاتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں "کِتَابِی"، "مَاتِی" اور کوئی بھی دوسرا مضاف، مضاف الیہ بغیر کسی درمیانی واسطہ کے آپس میں ملا کر لکھا جا سکتا ہے لیکن جب کسی ضمیر کو اپنی طرف منسوب کرنا ہو تو پھر ساتھ "مِن" لگائے بغیر چارہ نہیں۔ "مِن" کے بغیر ناممکن ہے۔ اسلئے جب کہتے ہیں "اَنتَ مِنِّی" تو مطلب ہوتا ہے تم میرے ہو۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ تم میری طرف سے ہو۔ اس اظہار کو اسی طریق پر کہنا ہوگا۔ کیونکہ ہم "اَنتِی" نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح جب مضاف الیہ جمع ہو تو بھی یہ کہنا غلط ہوگا مثلاً "وَاُولِی الْاَمْرِکُم" کہنا درست نہیں۔ اس لحاظ سے اس آیت کا صرف یہ مطلب ہوگا "تمہارا اُولِی الْاَمْرِ" تمہارا حاکم جو تمہارے ملک میں ہے۔ تم پر یا تمہاری جماعت پر لازم نہیں کہ تم دنیا کے ہر اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت کرو۔

دوسری بات یہ کہ اس آیت کا مضمون یہیں ختم نہیں ہوتا۔ آیت کا اگلا حصہ ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ مضمون زیادہ واضح ہو جائے گا۔ اس کا اگلا حصہ یہ ہے:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" (سورۃ النساء:۶۰)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اُولِی الْاَمْرِ وہ شخص ہے جس کا تعلق دنیوی امور سے ہے۔ حکومتی کاموں سے ہے۔ تم اللہ اور اسکے رسول کی اتباع کرو مسلمان ہونے کے ناطے یہ کافی ہے لیکن ساتھ ہی تم اپنے ملک کے حکام کی بھی اطاعت کرو۔ اس وقت تک جب تک کہ وہ تمہیں ایسا حکم نہیں دیتے جو قرآن و حدیث سے معارض اور اسلام کے بنیادی احکام سے ٹکراتا ہو۔ گویا جب تک ان دنیاوی حاکموں کے قانون براہ راست قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی سے نہیں ٹکراتے اس وقت تک ان کی اطاعت تم پر لازم ہے۔ لیکن اگر وہ براہ راست قرآنی تعلیم یا سنت رسول سے ٹکرائیں تو "فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ"۔ اسی طرح کوئی بھی مسلمان خواہ وہ کسی بھی ملک میں رہتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس ملک کے قانون کی اطاعت و احترام کرے۔ اور ہر ملک میں ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس آیت کے غلط معنی کریں گے تو پھر دنیا کے تمام قوانین درہم برہم ہو جائیں گے۔ اور ایسی صورت میں ہر جگہ مسلمان باغی کہلائیں گے۔

اگر اس آیت کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ صرف مسلمان لیڈر کی اطاعت کرنی ہے تو پھر ساری دنیا میں کہاں ہیں مسلمان لیڈر؟۔ ہم یہاں انگلستان میں رہتے ہیں۔ کیا یہاں کے رہنے والے تمام مسلمان خواہ وہ عرب ہوں یا کسی بھی ملک سے تعلق رکھتے ہوں یہاں کے حکام کی نافرمانی کرتے ہیں؟ اور کیا یہ حکام اپنے ملکی قوانین کی بے حرمتی برداشت کر سکتے ہیں؟۔ کبھی بھی نہیں۔ تو پھر یہ مُلاں کیسے قرآنی تعلیم کے خلاف باتیں کرتے اور سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

اگر اس آیت سے صرف مسلمان حاکم کی اطاعت مراد ہے تو پھر جتنے بھی غیر مسلم حاکم ہیں ان کے قوانین کی نافرمانی کر کے دیکھیں۔ ساری دنیا میں مسلمانوں کو باغی سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر یہ مسلمان واقعی اس آیت کا یہی مفہوم سمجھتے ہیں تو پھر یہ جھوٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور ان ممالک میں منافق کی حیثیت سے رہ رہے ہیں کیونکہ ایک طرف اس آیت سے مراد صرف مسلمان حاکم لیتے ہیں اور دوسری طرف غیر مسلم حکام کی بھی اطاعت کرتے ہیں۔

یہ آیت مجھ پر تو بڑی صاف اور واضح ہے اور جو معنی میں نے کئے ہیں ان میں کسی بھی شک کا کوئی شائبہ نہیں۔ اور جو اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں ان کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ یا تو اس آیت کے بارہ میں ہمارے معانی قبول کریں۔ دوسری صورت میں قرآن کے خلاف ان کی بغاوت ظاہر و باہر ہے۔

اسی حوالہ سے اب میں پاکستان میں احمدیوں کے حالات کو سامنے رکھ کر مزید وضاحت کرتا ہوں۔

پاکستانی ڈکٹیٹر ضیاء نے ایک انتہائی شرمناک آرڈیننس جاری کیا جس میں احمدیوں کو تمام بنیادی مذہبی وانسانی حقوق سے محروم کیا گیا۔ اس پر میں نے پاکستان کے احمدیوں کو ہدایت کی کہ انہوں نے کس حد تک اس آرڈیننس کی پابندی کرنی ہے اور کہاں انہوں نے خواہ کچھ بھی ہو جائے بہر حال اس قانون کی پابندی نہیں کرنی۔ میں نے ان سے کہا کہ کسی مسلمان سے تعلق رکھنے والے وہ امور جن کی ادائیگی قرآن اور رسولؐ نے واجب اور فرض قرار نہیں دی ان باتوں میں ایک حد تک نرمی اختیار کر کے تعاون کیا جا سکتا ہے لیکن اگر ضیاء یا اس کی گورنمنٹ احمدیوں کے خلاف ایسے قوانین بناتی ہے جو براہ راست قرآن و رسولؐ کے صریح احکام و فرائض سے ٹکرانے والے ہیں مثلاً اگر پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی سے روکتے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا انکار کر کے اس کی جگہ کوئی اور کلمہ پڑھیں تو پھر خواہ کچھ بھی ہو جائے ہم نے ان کی بات نہیں ماننی۔ اور یہی کچھ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ ہزاروں احمدیوں کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے جرم میں جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی گورنمنٹ اس حد تک لعنتی ہو چکی ہو کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے روکتی ہے تو پھر وہ گورنمنٹ اس ناانصافی کی خود ذمہ دار ہے۔ اور وہ خدا کے ہاتھوں اس کا خمیازہ بھگتے گی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم جب کبھی بھی اس طرح کی فرعون صفت گورنمنٹ کے ہاتھوں تکلیف دیئے جاتے اور ایذاء پہنچائے جاتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں اس کا بدلہ اور جزا دیتا ہے۔ اس لئے ایسے مواقع پر ہم شور شرابہ اور ہنگامہ آرائی نہیں کرتے بلکہ صبر سے ایسی تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اور اس طرح ہم متوازن راہ اختیار کرتے ہوئے ملکی قانون کو بھی اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہاری کوئی ایسی بات نہیں مانیں گے جو خدا اور اس کے رسول کے احکام کے صریح خلاف

ہو گی۔

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" (سورۃ النساء : ۶۰)

جہاں تک ایسے قوانین کی مخالفت اور انہیں قبول نہ کرنے کا تعلق ہے ردّ عمل کے طور پر ہم کبھی بھی ایسا طریق اختیار نہیں کرتے جو بغاوت کہلائے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہاتھوں تکلیف ضرور اٹھالیں گے لیکن اس معاملہ میں تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ اور اس طرح ان کے ہاتھوں ہم جو تکلیف اٹھاتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں اس کی عظیم جزا دیتا ہے اور وہ لوگ جو ہمیں ایذاء دیتے ہیں خدائی سنت کے تحت ضرور سزا پائیں گے۔

سنّت اللہ سے مراد

سوال: قرآن کریم میں آیا ہے کہ "سنة من قد أرسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحويلا" (الانبیاء :۷۸)۔ اسی طرح قرآن کریم میں اور بھی بہت سے مقامات پر "سنة اللّٰه" کا ذکر آتاہے۔ اس "سنت اللّٰہ" سے مراد کیا خدا تعالیٰ کاقول ہے؟

حضور انور نے فرمایا اس آیت میں سیاق کلام کے لحاظ سے سنّت کا مطلب ہے کوئی ایسا امر جو غیر مبدل ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کبھی بھی تبدیل نہیں کرتا۔ مثلاً قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی ایک سنّت کا ذکر اس آیت میں ہے:

"کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی" (المجادلہ:۲۲)

یہ کتاب ایک سنت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کبھی بھی میری اس سنت کو تبدیل ہوتے نہیں دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ اور ہر وہ نبی یا رسول جو خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔ انجام کار غالب اور کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ اگر شروع میں نہیں تو آخر میں۔ لیکن یہ سنّت کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ ایک اور سنت ہے جس کا ذکر بار بار قرآن کریم میں آیا ہے جو ان لوگوں کے تعلق میں ہے جو برائیوں اور گناہوں کی زندگی میں ملوث ہوتے ہیں اور خدائی احکام کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سزا اور عذاب کے مورد ٹھہرتے ہیں۔ اگر اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں۔ خواہ وہ پیغام خدا تعالیٰ کے کسی چھوٹے نبی کی طرف سے ہو یا بڑے نبی کی طرف سے یہ بحث نہیں رہتی۔ جب کبھی بھی خدا تعالیٰ کے کسی نبی کے پیغام کی بے حرمتی کی جاتی ہے تو خدائی سنت ہے کہ ایسے لوگوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس دنیا سے نیست و نابود کر دئے جاتے ہیں اور ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تم ایسی خدائی سنت کو جلد ظاہر ہوتے نہیں دیکھتے۔ وہ اپنے ظہور میں لمبا عرصہ لیتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ اور ان کے مخالفوں کی تاریخ پر نظر کرو تو دیکھو گے کہ ایک لمبا عرصہ تک ان مخالفوں کو کچھ بھی ہوتا نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک حیرت انگیز بات نظر آتی ہے کہ اِس وقت زمین پر ایک شخص بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو نمرود کا نام لیوا ہو۔ اور اس کے مقابل پر ایک کثیر تعداد انسانوں کی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ منسوب ہونے پر فخر کرتی ہے۔ تو یہ ہے سنت۔ بعض اوقات یہ سنت ایسے طور پر اپنا کام کر جاتی ہے کہ لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی لیکن یہ ہمیشہ اپنا عمل دکھاتی ہے۔

آپ ایک اچھے مضمون نگار بن سکتے ہیں

راجا نصر اللہ خان

اگر یہ کہا جائے کہ علم و معرفت اور موثر و مدلل تقریر و تحریر پر جماعت احمدیہ کا مقدر اور طرہ امتیاز ہے تو اس میں ہرگز کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اس زمانہ میں دین کو روشن اور غالب دکھانے کیلئے علم و قلم کے ہتھیار عطا فرمائے گئے۔ چنانچہ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا علم کلام اور لٹریچر نہایت ہی پرشوکت روح پرور اور وسیع و بسیط ہے اور ہر طرف اس کا چرچا اور دھاک ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف لطیف تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۷۔۱۸ پر یہ خدائی خبر بیان فرماتے ہیں۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے"۔

ہمارا اہم فریضہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو ابتدا سے ہی عظیم لٹریچر تخلیق کرنے اور اس میں مسلسل اضافہ کرنے کی برابر توفیق ملتی رہی ہے اور ہمارے بے شمار بزرگوں نے اس سلسلہ میں خوب نام پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ ذمہ داری صرف چند اہلِ علم و قلم کی نہیں ہے۔ بحیثیت جماعت ہمیں لکھنے کی کوشش کرنی چاہئے خاص طور پر ہمارے نوجوان جو اچھی تعلیم حاصل کر چکے ہیں یا اعلیٰ تعلیم کے زینے طے کر رہے ہیں ان کو علمی و تحقیقی کام کرنے اور مضامین لکھنے کی طرف بھرپور توجہ کرنی چاہئے زیر نظر مضمون میں خاکسار زیادہ تر ایسے ہی لکھے پڑھے نوجوانوں کی خدمت میں مضمون نویسی کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

مضمون نویسی کے اہم تقاضے اور مرحلے:۔ سب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ کسی کام کا عزم کرنے اور اس کیلئے عملی کوشش کرنے سے ہی اس کام کی صلاحیت اور قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کمر ہمت باندھئے اور اس بات سے خوف نہ کھائیے کہ مضامین لکھنا صرف بڑے بڑے فنکاروں کا ہی کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے بڑے بڑے قلمکار کل کے مبتدی ہی تو تھے جنہوں نے ارادہ باندھ کر لکھنا شروع کیا برابر مشق اور محنت کرتے رہے اور رفتہ رفتہ اعلیٰ پائے کے صحافی، مصنف اور مضمون نویس بن گئے گویا جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے اب کچھ بنیادی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن کو مد نظر رکھ کر آپ مضمون نویسی کی جانب کامیاب قدم بڑھا سکتے ہیں۔ انشاءاللہ۔

(الف)۔ مطالعہ کا ذوق و شوق:۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی موضوع پر طبع آزمائی کرنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے آپ کے پاس کار آمد مواد ضرور ہونا چاہئے۔ اس لئے پہلی بات زیادہ سے زیادہ مفید مطالعہ کا شوق اور لگن ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر آپ کسی دوست یا عزیز کو تحائف دینا چاہتے ہیں تو آپ کے پاس ان کی استطاعت اور گنجائش ہونا ضروری ہے۔ تبھی آپ بطور تحفہ کچھ پیش کر سکیں گے۔ اسی طرح دوسروں کو مفید معلومات اور دلچسپ افکار و خیالات مہیا کرنے کیلئے آپ کو وسیع مطالعہ اور گہرا غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے آپ تازہ کتب و رسائل پڑھنے کے علاوہ سابقہ مصنفین اور اہل علم و دانش کی عظیم کتب بھی پڑھ سکتے ہیں جن کے متعلق ایک مفکر نے وجد آفریں بات لکھی ہے۔ Books are embaimed minds. کہ کتب دراصل ممتاز مصنفین اور مفکرین کے حنوط شدہ دماغ ہیں۔ ان عالمی دماغوں اور ممتاز ہستیوں نے جو علم حاصل کیا اور جو نئے افکار و خیالات پیدا کئے نہیں اپنی کتب میں محفوظ کر دیا اور یہ قیمتی خزانہ اور سرمایہ ہمیں منتقل کر گئے۔ یہ ہماری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ مدت مزید کا فاصلہ حائل ہو جانے کے باوجود ہم ان کے علم و فضل سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(ب)۔ تراشے اور حوالے محفوظ کرنا:۔ جو کتب یا جرائد آپ کے مطالعہ میں آئیں ان میں سے اچھوتے مندرجات اور مفید حوالے آپ محفوظ کرتے جائیں۔ ایسے تراشوں یا فوٹو سٹیٹ کو جمع کرنے کیلئے آپ ایک فائل یا کاپی بنا لیں جسے Scrap Book کہتے ہیں۔ ان مفید حوالوں اور تراشوں کو ترتیب کے ساتھ یعنی موضوع کے مطابق جمع کر سکیں تو بعد میں بآسانی اُن کی طرف رجوع کر سکیں گے۔ یہ حوالے اور مندرجات آپ کو بعد میں کوئی مضمون تیار کرنے اور اس کو مدلل و دلچسپ بنانے میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔ گویا اس طرح آپ کی تحریر مستند اور مزین ہو جائے گی۔ Quotable Quots (پیش کئے جانے کے قابل عمدہ حوالے یا مندرجات) کا یہ بہت بڑا فائدہ اور مزا ہے۔

(ج)۔ مضمون کا خاکہ تیار کرنا:۔ اگلا مرحلہ مضمون نگاری کی تیاری کا ہے۔ آپ موضوع چنئے جس کے متعلق آپ نے خاصا مطالعہ کیا ہے یا اس پر غور و فکر کر کے کچھ نکات اخذ کئے ہیں۔ اس موضوع پر مزید غور و فکر کر کے اور ذہن میں اس کی جگالی کر کے اب اسے Points یا پھر خاکے کی شکل میں کاغذ پر منتقل کیجئے۔ اور جہاں جہاں آپ مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں حوالے وغیرہ جو آپ کی دسترس میں ہیں ان کا مختصر اندراج کیجئے۔ گویا علم و مطالعہ کے چنے ہوئے موتیوں کو اب لڑیوں میں پرونے کی تیاری ہے۔

(د)۔ مضمون کو مکمل شکل دینا:۔ اب مضمون کو مکمل شکل میں تحریر کرنے کی باری ہے۔ آپ اپنے تیار کردہ خاکے کی مدد سے مضمون لکھنا شروع کریں۔ چھوٹی چھوٹی ذیلی سرخیوں کے تحت مختلف Points کو سلیس عبارت میں لکھتے جایئے بھاری بھرکم اور گھسے پٹے الفاظ سے پرہیز کیجئے۔ مضمون میں ایک قدرتی اور بے تکلف بہاؤ ہونا چاہئے جو قاری کی نظر اور ذہن میں اترتا چلا جائے۔ جہاں خاص جذبات کا اظہار ہو وہاں الفاظ بھی اثرانگیز اور دلپذیر ہونے چاہئیں جو قاری کے دل میں گھر کر جائیں۔ موقع کی مناسبت سے کہیں کہیں برمحل اشعار بھی مضمون کے مزے کو دوبالا کر دیتے ہیں۔ دوران مضمون اگر کسی کتاب وغیرہ سے کوئی اقتباس درج کرنا چاہیں تو وہ حوالے کے ساتھ پیش کریں تاکہ مستند اور قابل اعتماد ثابت ہوں۔ مضمون لکھتے وقت کاغذ کے دائیں بائیں اطراف میں حاشیہ چھوڑیئے۔ صفحہ نمبر ڈالئے اور کاغذ کی صرف ایک طرف لکھئے۔ یہ بات آداب صحافت میں شامل ہے۔ حتیٰ الوسع صاف صاف لکھیں اور ممکن ہو تو کالی سیاہی استعمال کریں۔

(ر)۔ نظر ثانی کرنا نہ بھولئے گا:۔ آپ مضمون کو مکمل کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی ضرور کیجئے۔ اس کا فائدہ آپ خود محسوس کریں گے۔ کئی دفعہ چھوٹی موٹی املاء کی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ ان کی درستی لازمی ہے ورنہ مضمون بھدا معلوم ہوگا۔ (یہ اور بات ہے کہ کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیوں پر آپ کا اختیار نہیں ہو سکتا) پھر نظر ثانی کرنے سے بعض اوقات کوئی نیا نکتہ یا بہتر فقرہ سوجھتا ہے اور بعض اوقات اپنے تحریر کردہ بعض الفاظ یا جملے ضرورت سے زائد یا بوجھل محسوس ہوتے ہیں۔ اس طرح مضمون کی درستی کا بہت بڑا مرحلہ خود مضمون نویس ہی کے ہاتھوں مکمل ہو جاتا ہے۔ بغور نظر ثانی جو کہ تنقیدی نقطہ نظر سے کرنی چاہئے بے حد ضروری ہے۔ ورنہ آپ کا مضمون اکثر و بیشتر ناقص رہ جائے گا۔ اس سلسلہ میں ہماری جماعت کے عظیم مصنف اور مبارک وجود حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے ایک مضمون میں جو الفضل مورخہ ۱۳ر فروری ۱۹۹۲ء میں دوبارہ شائع ہوا تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے مضامین کی نظر ثانی بھی ضرور فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے مسودات کی عبارت کئی جگہ سے کٹی ہوئی اور بدلی ہوئی نظر آتی تھی اور ایسا نہیں ہوتا تھا کہ بس جو لکھا گیا سو لکھا گیا۔ بلکہ آپ اس غرض سے اور نیز صحت کی غرض سے اپنی کتب کی کاپیاں اور پروف تک بھی خود ملاحظہ فرماتے تھے"۔

حضرت صاحبزادہ صاحب متذکرہ مضمون میں

(باقی صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

Vol - 48 Thursday, 8 April 1999 Issue No: 14

☎ (091) 01872-20757
FAX:(091) 01872-20105

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ

مجلس سوال و جواب کا انعقاد

مورخہ ۷/مارچ ۹۹ء بروز اتوار کی شام مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے زیر انتظام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مجلس سوال و جواب کا اہتمام محمود ہال لندن میں کیا گیا جس میں ۸۴/ مہمان کرام شامل ہوئے جن میں سے گیارہ افراد نے اُسی روز نماز مغرب کے بعد حضور انور کے دست مبارک پر قبولِ احمدیت کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہنے والی اس مجلس میں حضور انور سے جو مختلف سوالات ہوئے اُن میں سے بعض کے جوابات ادارہ اپنی ذمہ داری پر ذیل میں پیش کر رہا ہے۔

احمدیت کی تبلیغ اور عالمی قیام امن کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ جب بھی کسی مذہب یا فلاسفی کا آغاز ہوتا ہے وہ امن اور سلامتی سے ہی ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ امن کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ احمدیت کا مؤقف یہ ہے کہ "انصاف" کے بغیر کوئی امن حاصل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انصاف اپنا رنگ نہیں تبدیل کرتا۔ اس لئے جب کبھی میں امن کا نام سنتا ہوں تو غور کرتا ہوں کہ امن کا دعویٰ کرنے والے انصاف کو کس طرح قائم کر رہے ہیں۔ اپنے مؤقف کی تائید میں حضور انور نے امریکہ کی مثال پیش کی جو امن کا علمبردار بنا بیٹھا ہے اور اُس کے انصاف کا کیا حال ہے۔ پھر فرمایا کہ احمدیت میں ہمارا نظام انصاف پر قائم ہے جس کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ آپ دنیا میں کسی بھی جگہ جماعت احمدیہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہی اصول کارفرما نظر آئے گا۔ ہر احمدی تنظیم کا قیام اور اس کے عہدیداران کے انتخاب کی بنیاد انصاف پر رکھی گئی ہے۔ بدقسمتی سے کسی کسی جگہ یوں نظر آتا ہے کہ گویا اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو حقیقی تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں خلیفہ وقت کو مطلع کیا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد انصاف اور امن کا قیام ہی ہے۔ ہمارا سارا لٹریچر اسی مقصد کو پیش کرتا ہے کہ کوئی مذہب پُرامن معاشرے اور انصاف کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔

اس سوال کے جواب میں کہ اگر اسلام کا مطلب امن ہے تو مسلمان کیوں باہم برسرپیکار ہیں، حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات اُن مسلمانوں سے معلوم کریں۔ کیونکہ ہم (احمدی مسلمان) تو آپس میں یا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی نہیں کرتے۔ اس لئے ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم سچے مسلمان ہیں۔

ہم جنسی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ جو لوگ ہم جنسی کے حق میں ہیں وہ قدرت اور ارتقاء کے خلاف کام کر رہے ہیں اور اگر یہ طریق جاری رہتا تو زندگی بہت پہلے نابود ہو جاتی۔ کسی کا کوئی بھی مذہب ہو، اگر وہ غور کرے تو یہ جان لے گا کہ لذّت کو جنس سے کیوں وابستہ کیا گیا ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ایسا نسل انسانی کی بقا کے لئے کیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کو اپنی نسل بڑھانے میں رغبت پیدا نہ ہوتی۔ حتّٰی کہ جانور میں بھی یہ تعلق صرف لذت کی خاطر ہی پیدا ہوتا ہے اس لئے جنسی لذت کا اصل مقصد محض نسل کی بقا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہم جنس پرست اس قدرتی مؤقف کو رد کرتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ بائبل میں دو شہروں کی تباہی کا قصہ درج ہے جو اسی لئے تباہ کر دیئے گئے تھے۔ اگر کوئی خدا پر یقین نہیں رکھتا تو فطرت پر غور کر لے اور دیکھے کہ ایسا کرنے والے ایڈز اور بعض دوسری بیماریوں کا شکار کیوں ہو رہے ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے اُنہیں سزا دینے کا ایک طریق ہے جس میں صرف انہی کو سزا ملتی ہے جو قوانینِ قدرت سے بغاوت کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر عام امراض نزلہ، زکام وغیرہ وبائی امراض کی صورت میں پھیل سکتی ہیں لیکن جنسی بیماریاں صرف غلط جنسی عمل کے ذریعے ہی منتقل ہوتی ہیں۔ حتّٰی کہ ایڈز بھی عام تعلقات کے نتیجے میں منتقل نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ ٹیکہ کروانے سے ایڈز منتقل ہو سکتی ہے تو دراصل ٹیکہ کا Drug سے گہرا تعلق ہے اور یہ دونوں جرائم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پرورش پاتے ہیں۔ اور ماضی گواہ ہے کہ جنسی طور پر قوانینِ قدرت سے انحراف کرنے والے لوگ اور معاشرے سزا دیئے جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اہم بات یہ ہے کہ ایڈز کا باب ابھی بند نہیں ہوا۔ یہ غلط ہے کہ اس کا کوئی علاج دریافت ہو چکا ہے۔ بلکہ جن مریضوں کے بارے میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اُن میں یہ بیماری ختم ہو گئی ہے اُن میں ایک یا دو سال کے بعد بیماری نے پھر اچانک حملہ کیا اور بیماری مریض کو لے ڈوبی۔ کہا جاتا ہے کہ بعض موسمی تبدیلیاں ایسی ہیں جن میں ایڈز کا وائرس ایک دم مستعد ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں ابھی پوری طرح علم نہیں ہو سکا۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض پیشگوئیوں اور حالات کے جائزہ سے میرا خیال ہے کہ اگلی صدی کے آغاز میں ایڈز کا وائرس شدید تباہی پھیلائے گا اور بنی نوع انسان کی اکثریت کو صفحہ ہستی سے نابود کر دے گا۔ میرا خیال ہے کہ جب لوگوں کو اس کا اندازہ ہوگا تو بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ حضور نے اس امر پر اطمینان کا اظہار فرمایا کہ افریقہ میں ہم بہت حد تک تبدیلی پیدا کر چکے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ ایک مادی دنیا میں بستے ہوئے غیر مادیت پر کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ غیر مادیت پر ایمان لائے بغیر مذہب کا کوئی وجود نہیں رہتا کیونکہ مادہ اور روح کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور ہر کوئی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا وہ مادی جسم کے ساتھ ساتھ کوئی روح بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ جواب یہی ہوگا کہ ہاں۔ چنانچہ یہی بات اجتماعی طور پر بھی کہی جاسکتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہوئے گناہ سے کیسے بچا جاسکتا ہے، حضور انور نے فرمایا کہ اگر کوئی خدا کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ گناہ سے مجتنب رہتا ہے۔ اگر کسی کو علم ہو کہ سانپ کے منہ میں انگلی ڈالنا موت کے مترادف ہے تو وہ کیوں ایسا کرے گا۔ چنانچہ گناہ کرنا تو خدا کو غیرت دلانے کے مترادف ہے اور گناہ سے بچنے کے لئے خدا پر یقین لانا ضروری ہے۔ عیسائیت کے مطابق اگر کوئی خدا پر ایمان لانا چاہے تو یسوع پر ایمان لے آئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کفارہ کے تصور نے گناہوں کو ختم نہیں کیا بلکہ اُن میں اضافہ ہی کیا ہے۔

برزخ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ یہ ایک درمیانہ دور ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم براہِ راست دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں لیکن دراصل انسان جنین کی طرح ہوتا ہے کہ جب تک پیدا نہ ہو تب تک اُس کی ترقی جاری رہتی ہے اور وہ باہر کی باتوں پر ردّ عمل کا اظہار بھی کرتا ہے۔ قرآن کے مطابق جنین پورے انسانی ارتقاء کی تاریخ رحم میں دہراتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ عالم برزخ روح کی حتمی شکل کے لئے ضروری ہے اور یہ ایک بہت ہی لمبا زمانہ ہے۔ میں قرآن سے ثابت کر سکتا ہوں کہ ایسا ممکن ہے کہ یہ بلین (Billion) سال پر محیط ہو اور پھر حساب کتاب کا دن آئے۔ کیونکہ جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو کہیں گے کہ ہم کتنا عرصہ دنیا میں رہے ہیں؟۔ بعض کہیں گے دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ فرمائے گا کہ وہی بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ستاروں سے ہمارا فاصلہ ہمیں ستاروں کو بہت چھوٹا دکھاتا ہے اسی طرح وقت کا فاصلہ بھی زمانے کو چھوٹا بنا کر دکھاتا ہے۔ اور وہ وقت اب سے اتنے عرصہ بعد آئے گا کہ کئی کئی سالوں کی زندگیاں محض دن کا کچھ حصہ معلوم ہوں گی۔

حدیث نبوی انا خاتم النبیین لانبی بعدی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو اس طرح مانتا ہوں جس طرح آنحضور ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر بالکل کسی نبی نے نہیں آنا تھا تو آپؐ یہ بھی نہ فرماتے کہ میرے بعد مسیح آئے گا۔ کیونکہ سارى امتِ مسلمہ متفق ہے کہ مسیح کی آمد نبی کی حیثیت سے ہوگی۔ اسی طرح امام مہدی بھی آئے گا جو نبی ہوگا کیونکہ امام اللہ کی طرف سے آتا ہے اور مہدی بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ امام مہدی کا مطلب ہے کہ وہ نہ صرف اللہ کی طرف سے بلکہ آنحضور ﷺ کی طرف سے بھی راہنمائی دیا جائے گا۔ پس اسلام میں ایسا نبی آسکتا ہے اور اسلام میں یہ بروزی یا ظلّی نبی کہلاتا ہے۔

حضور انور نے مزید فرمایا کہ امام مہدی اور مسیح ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ نیز اسلام کے اندر نبی کا پیدا ہونا قابل قبول ہے لیکن مسلمانوں کے باہر سے اسلام میں ایک نبی کا درآمد کیا جانا ناقابل قبول ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آسکتے ہیں جبکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ پس اگر وہ دوبارہ آئے تو دعویٰ کریں گے کہ وہ ساری دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ اب بتائیں آپ کس کی بات مانیں گے؟ قرآن کریم کی یا قرآن میں تبدیلی کرنے والے کی!۔

عیسائیت میں کفارہ کے عقیدہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ عیسائیت ہر جگہ پھیلی ہے لیکن کہیں سے بھی گناہ کو ختم نہیں کر سکی۔ عیسیٰؑ نے اُن کے لئے کچھ نہیں کیا لیکن ہمارے لئے بہت کچھ کیا۔ کیونکہ جو اُس پر سچا ایمان رکھتے ہیں وہ گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ (مسیحؑ) نیک آدمی تھا اور نیکی سے پیار کرتا تھا۔ جو بھی یہ خیال رکھے گا وہی حقیقی عیسائی ہوگا۔

اسلام میں داڑھی رکھنے کے حکم کے بارے میں حضور انور نے فرمایا کہ قدرتی طور پر مردوں کی داڑھی ہوتی ہے اور عورتوں کی نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر ممکن ہو تو داڑھی رکھنی چاہئے۔ تاہم وہ جگہیں جہاں بالوں کی افزائش سے گندگی کی افزائش ہوتی ہو وہاں سے بال صاف کر دینے چاہئیں۔

عورتوں کے اعلیٰ عہدوں پر تقرر کے بارے میں حضور انور نے قرآن کریم سے ملکہ سبا کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی قوم میں سے ذہین ترین عورت تھی اور اعلیٰ ترین عہدے پر فائز تھی۔

ایک سوال تھا کہ کیا کسی عورت کا مرد ڈاکٹروں سے معائنہ کروانا جائز ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ حالات پر منحصر ہے۔ بیماری کے علاج کے لئے اور انسانی زندگی کے بچانے کی خاطر اسلام میں یہ جائز ہے تاہم ایسا کرنا جنسی بے راہروی پیدا کرنے کا باعث ہو تو منع ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی سرجن مرد کسی مریضہ عورت کے مخصوص اعضاء کی سرجری کرتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ اس کے بارے میں کوئی جنسی خیال اس کے دل میں پیدا ہو۔

(رپورٹ:۔ محمود احمد ملک)